



# تسویب الحج الشیطانی

بتوثیق الامام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن حسن شیبانی کی توثیق کے ساتھ شیطانی چہرے کا سیاہ کرنا

مؤلف غلام مصطفیٰ نوری قادری

مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ، فیصل آباد



# تسویید درجہ الشیطانی

بتوثیق الامام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن حسن شیبانی کی توثیق کے ساتھ  
شیطانی چہرے کا سیاہ کرنا

مؤلف

غلام مصطفیٰ نوری قادری

خطیب و مہتمم مسجد و مدرسہ جامعہ شرقیہ رضویہ بیرون  
غلہ منڈی ساہیوال۔ موبائل: 0300-6933481  
فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے۔ فیصل آباد  
گلبرگ اے فیصل آباد فون: 041-2626046

## بفیضان نظر

پیر طریقت رہبر شریعت سلطان العلماء فخر المشائخ منبع جود و برکات نائب غوث  
الوری سیدی و مرشدی و مفیض و مربی شیخ الحدیث و التفسیر و الفقہ خواجہ ابوالحقائق پیر  
مفتی محمد رمضان محقق نوری قادری قدس سرہ العزیز  
آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ محلہ پیر اسلام حویلی لکھا، ضلع اوکاڑہ

﴿جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں﴾

تسوید وجہ الشیطانی بتوثیق الامام محمد بن حسن الشیبانی	نام کتاب
حضرت علامہ غلام مصطفیٰ نوری قادری اشرفی	تالیف
مناظر اسلام علامہ محمد انوار حنفی صاحب کوٹ رادھا کیشن	پروف ریڈنگ
112	صفحات
اول	بار
1100	تعداد
غلام محمد یسین خاں	کمپوزنگ
50/- روپے	ہدیہ
مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	ناشر
ملنے کے پتے	

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885



## شرف انتساب

احقر العباد بندہ ناچیز اس رسالہ کو حضرت امام محمد بن حسن شیبانی اور آپ کے معزز و مکرم اساتذہ کرام اور آپ کے لائق صد افتخار شاگردوں کے نام کے ساتھ انتساب کی سعادت حاصل کرتا ہے جن کا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے اور جنہوں نے محدثین و فقہاء اکرام کی رہنمائی فرمائی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر العباد ناکارہ خلاق

غلام مصطفیٰ نوری قادری

خطیب و مہتمم مسجد و مدرسہ

جامعہ شرقیہ رضویہ بیرون

غلہ منڈی ساہیوال۔

موبائل: 0300-6933481

بسم الله الرحمن الرحيم ○

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ الطیبین الطاہرین

واصحابہ المکرمین المعظمین اجمعین ○

اما بعد!

قارئین کرام! یہ چند اوراق آپ کی خدمت میں حاضر ہیں جو کہ امام  
الائمہ رئیس الفقہاء والحدیث امام ربانی سیدنا محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی توثیق و  
تعدیل پر مبنی ہیں اور امام موصوف رحمہ اللہ پر جرح کے جوابات مفصل بیان کئے گئے  
ہیں۔ کراچی کے ایک عالم باعمل فاضل امام مسجد ہیں جن کا اسم گرامی محمد طفیل  
صاحب ہے، اس کا فون آیا اور انہوں نے ایک غیر مقلد وہابی زیر زنی حضرواٹک  
کے ایک رسالہ کا ذکر کیا جس میں اس نے سیدنا امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ پر  
جرح کی ہے اور ان کو کذاب ثابت کیا ہے۔ (اپنے زعم فاسد میں) اور بڑی  
حقارت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ مولانا محمد طفیل صاحب نے اس تمنا کا اظہار  
کیا کہ اس کا مدلل و محقق رد ہونا چاہیے تاکہ یہ لوگ کسی کو یہ رسالہ دکھا کر گمراہ نہ کر  
سکیں۔ راقم الحروف نے مصروفیات شدید کے بسبب عذر پیش کیا تاہم وہ اصرار  
فرماتے رہے تاوقت کہ اللہ تعالیٰ وحدۃ لاشریک نے یہ چند اوراق لکھنے کی توفیق  
عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس کو خالص اپنی رضا کے لئے بنائے اور اسے اپنی بارگاہ  
اقدس میں قبول فرما کر قبولیت عامہ عطا فرمائے اور قارئین کے لئے اس کو نافع و  
مفید بنائے، آمین۔

راقم الحروف نے وہابی مولوی زیر زنی کے رسالہ کا بغور مطالعہ کیا ہے  
اس میں وہابی مولوی نے انتہائی ناانصافی کی ہے اور اپنے ہی بنائے ہوئے  
اصولوں کے خلاف کیا ہے۔ آئندہ صفحات میں آپ یہ بات بڑی وضاحت کے

ساتھ دیکھیں گے کہ اس شخص نے انصاف کا کیسے خون کیا ہے اور تعصب کی انتہا کر دی ہے۔ اب اصل رسالہ شروع ہوتا ہے اس رسالہ کے دو جز ہوں گے۔ جز اول میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات ہوں گے اور جزء ثانی میں امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و تعدیل بیان ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وہابی مولوی زبیر زئی کے رسالہ کا رد شروع ہوتا ہے:

وہابی زبیر زئی نے لکھا ہے کہ:

محمد بن حسن شیبانی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ محمد بن حسن شیبانی ابو عبد اللہ احد الفقہاء لینہ التسانی وغیرہ من قبل حفظہ یروی عن مالک بن انس وغیرہ کان من بحور العلم والفقہ قویا فی مالک۔ (میزان الاعتدال، جلد ۳، ص ۵۱۳)

مفہوم: محمد بن حسن شیبانی (اہل الرائے) کے فقہاء میں سے تھا اسے (امام) نسائی وغیرہ نے اس کے (خراب) حافظے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے وہ (امام) مالک سے روایت کرتا تھا اور وہ (امام ذہبی کے نزدیک) علم اور (اہل الرائے کے) فقہ کے دریاؤں میں سے تھا۔ (صرف) امام مالک سے اس کی روایت قوی ہے۔ بلفظ۔

یہ مذکورہ ترجمہ بھی زبیر زئی کا ہے جس کو اس نے مفہوم کا نام دیا ہے، جو اس نے بریکٹ میں ( ) الفاظ لکھے ہیں وہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں بلکہ وہ زئی کی اپنی ذہنی پریشانی کا نتیجہ ہے۔

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر وہابی کا تبصرہ:

تبصرہ کی سرخی لگا کر زئی لکھتا ہے کہ حافظ ذہبی کے اس بیان سے معلوم

ہوا کہ شیبانی مذکور اگر امام مالک کے علاوہ دوسرے لوگوں (مثلاً امام ابوحنیفہ) سے روایت کرے تو وہ (ذہبی) کے نزدیک بھی غیر قوی یعنی ضعیف ہے۔

ذہبی رحمہ اللہ کی عبارت پر اور زبیر زئی وہابی کے تبصرہ پر راقم الحروف کا تبصرہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ یقیناً جرح و نقد کے امام یکتا اور مُسَلَّم امام ہیں۔ لیکن آپ آئندہ سطور میں دیکھیں گے کہ زبیر زئی نے عملاً امام ذہبی رحمہ اللہ کا انکار کر دیا ہے کیونکہ زبیر علی زئی نے اپنے رسالہ میں سارا زور اس پر صرف کیا ہے کہ (معاذ اللہ) امام محمد بن حسن شیبانی ائمہ محدثین کی نظر میں کذاب تھے۔ ذہبی رحمہ اللہ کی اس عبارت نے جس کو زبیر علی زئی نے تسلیم کیا ہے، نے زبیر زئی کی جرح کو مجروح کر دیا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال کی اس عبارت میں امام موصوف پر جرح نہیں کی بلکہ تعدیل بیان کی ہے جس کو وہابی اپنی کم عقلی کی وجہ سے سمجھنے سے قاصر رہا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کو کہا احد الفقہاء کہ فقہاء میں سے ایک فقیہ ہیں۔ کیا فقیہ ہونا یہ تعدیل نہیں ہے؟ کیا فقیہ ہونا یہ جرح ہے؟ نہیں۔ بخاری شریف کی وہ مشہور حدیث جس میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ يُرِدِ اللَّهَ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ ○ (بخاری شریف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ وہابی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کی غنیمت سے محروم رکھا ہوا ہے۔ اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔



امام ابو حاتم محمد بن حبان رحمہ اللہ کتاب النقات جلد ۵، ص ۳۳۲ پر لکھتے ہیں۔  
 حدثنی عبد الملك بن محمد بن سمیع بعیدا ثنا المزنی ثنا علی  
 بن معبد عن عبيد الله بن عمرو قال قال الاعمش لابی حنیفة یا نعمان ما  
 تقول فی کذا وکذا؟ قال کذا وکذا قال من این قلت؟ قال انت حدثتنا  
 عن فلاں بکذا؟ قال الاعمش انتم یا معشر الفقهاء الاطباء ونحن الصیادلة۔  
 ترجمہ بخذف سند: جناب اعمش نے (امام) ابو حنیفہ کو کہا اے نعمان آپ اس  
 مسئلہ میں کیا کہتے ہیں تو جناب امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس طرح ہے تو  
 جناب (امام) اعمش نے کہا اے ابو حنیفہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے تو  
 (امام) ابو حنیفہ نے فرمایا کہ کیا آپ نے فلاں سے ہم کو حدیث بیان نہیں کی (تو  
 یہ اسی حدیث سے اخذ شدہ ہے) تو اعمش نے فرمایا کہ اے ابو حنیفہ تم فقہاء تو  
 طبیب ہو اور ہم (محدثین) پنساری ہیں۔

اسی واقعہ کو امام ابن عدی نے بھی الکامل فی الضعفاء، جلد ۸، ص ۲۳۸  
 میں نقل کیا ہے۔ مذکورہ واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں بشرط کہ عقل سلیم بھی  
 ہو تو کہ فقہاء کی جماعت کے پاس حدیث بھی ہے اور اس سے استنباط شدہ فقہ بھی  
 ہے۔ تو امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کو فقیہ کہہ کر آپ کی تعدیل کی ہے۔

ذہبی رحمہ اللہ نے پھر امام محمد رحمہ اللہ کو کہا کہ نسائی رحمہ اللہ نے آپ کو جہت  
 حفظ سے کچھ کمزور کہا ہے۔

کسی کو لپسن کہنا یہ بہت ہی ہلکی جرح ہے جو کہ تعدیل کے قریب ہے،  
 ملاحظہ فرمائیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۸۷ پر  
 فرماتے ہیں کہ:

اما الفاظ الجرح (فمراتب) ايضاً ادناها ما قرب من التعديل فاذا قالوا لئن الحديث كتب حديثه ونظر فيه اعتباره وقال الدارقطني لما قال له حمزة بن يوسف السهمي اذا قلت فلا لئن اي شئ تريد اذا قلت لئن الحديث لم يكن ساقطاً متروك الحديث ولكن مجروها بشئ لا يسقط عن العدالة ○

ترجمہ: جرح کے الفاظ کے بھی کئی مراتب ہیں، سب سے ادنیٰ وہ ہے جو تعدیل کے قریب ہو جب ائمہ اصول کسی کو لئن الحديث کہیں تو اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس میں اعتبار کی حیثیت سے نظر کی جاتی ہے۔ حمزہ بن یوسف سہمی نے دارقطنی سے پوچھا کہ جب آپ کہتے ہیں فلا لئن تو اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی ہے۔ دارقطنی نے جواب دیا کہ جب میں کسی کو لئن الحديث کہہ دوں تو وہ ساقط و متروک الحديث نہیں ہوتا بلکہ ذرا سا مجروح ہوتا ہے۔ عدالت کے درجے سے ساقط نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہے کہ لئن الحديث راوی، درجہ عدالت سے ساقط نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ متروک الحديث ہوتا ہے، یہ بھی واضح ہو کہ لئن الحديث ہونا بہت معمولی، ہلکی جرح ہے جو کہ تعدیل کے قریب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ امام نسائی رحمہ اللہ کا امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کو لئن الحديث کہنا۔ ان کو عدالت کے درجے سے ساقط نہیں کرتا، لیکن وہابی مولوی زبیر علی زئی نے تو سارا زور اس پر صرف کیا ہے کہ (معاذ اللہ) امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کذاب ہیں۔ پس نسائی رحمہ اللہ کے لئن الحديث کے الفاظ نے بھی امام محمد سے کذب کی جرح کو دور کر دیا کیونکہ کذاب ساقط العدالت ہوتا ہے اور لئن الحديث ساقط العدالت نہیں ہوتا۔ پھر غیر مقلد صاحب کو یہ بھی یاد رہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ اپنے

عظمت و شرف کے باوجود جرح کرنے میں متشدد بھی ہیں۔

غیر مقلد عبدالرحمن مبارک پوری کا اعتراف کہ امام نسائی

جرح کرنے میں متشدد ہیں:

عبدالرحمن مبارک پوری، امام محقق نیوی رحمہ اللہ کو جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

فمنہم ابو حاتم والنسائی وابن معین وابن القطان ويحيى بن القطان وابن حبان وغيرهم فانهم معروفون بالاسراف في الجرح والضعف (ابکار السنن، ص ۲۲۲)

مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ابو حاتم، نسائی، ابن معین، ابن القطان، یحییٰ بن قطان، ابن حبان وغیرہ جرح میں تجاوز کرنے میں مشہور ہیں اور تشدد میں بھی۔ غیر مقلد مبارک پوری نے اس عبارت میں تسلیم کیا ہے کہ جو امام جرح کرنے میں تشدد کرتے ہیں ان میں امام نسائی رحمہ اللہ بھی ہیں اور سرف و تشدد کی جرح قبول نہیں کی جاتی جیسا کہ اصول حدیث میں طے شدہ بات ہے۔

تو پھر امام نسائی رحمہ اللہ کی امام محمد رحمہ اللہ پر جرح بھی مردود ہوگی۔ زیر زنی وہابی اپنی کتابوں میں سند پر بڑا زور دیتا ہے تو ہمیں بھی تو یہ حق حاصل ہونا چاہیے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کا وصال ہے ۱۸۹ھ میں جبکہ امام نسائی رحمہ اللہ کی پیدائش ہے ۲۱۴ھ میں۔ یعنی امام نسائی رحمہ اللہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی وفات کے ۲۵ سال بعد میں پیدا ہوئے۔ تو امام نسائی رحمہ اللہ نے نہ تو امام محمد کا زمانہ پایا نہ ہی ان سے ملاقات کی تو درمیان ۲۵ سال کا بے سند فاصلہ زیر زنی نے کیسا تسلیم کر لیا ہے۔ جو شخص بات بات پر سند کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہاں

کیوں بھول گیا ہے کہ امام نسائی کی یہ بات بے سند ہے۔ اس لئے وہابی زئی کے اپنے قاعدے کے مطابق یہ جرح مردود اور باطل ہے کیونکہ بے سند ہے۔ تو یہ بات واضح ہوگی کہ زئی وہابی نے انصاف کا خون کیا ہے۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ امام محمد رحمہ اللہ پر امام نسائی کی جرح بھی مردود ہے۔

بخاری شریف کے ایک راوی احمد بن صالح المصری ابو جعفر طبری پر

امام نسائی کی جرح اور ابن معین سے اس کا کذاب ہونا بیان کرنا:

احمد بن صالح مصری بخاری شریف کا ایک راوی ہے جو کہ یقیناً ثقہ ہے لیکن امام نسائی رحمہ اللہ نے احمد بن صالح پر کلام کیا ہے اور انہیں اوہام کے ساتھ موسوم کیا ہے اور ابن معین نے اس راوی کا جھوٹا ہونا بھی بیان کیا ہے۔ ملخصاً

(تقریب التحذیب، جلد ۱، ص ۳۶)

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ ثقہ راوی پر بھی سخت جرح کر دیتے ہیں تو اگر امام محمد رحمہ اللہ پر امام نسائی کی جرح زہیر زئی وہابی مانتا ہے تو اس کو نسائی کی جرح بخاری کے راوی پر بھی مان لینی چاہیے۔ جب یہ نہیں تو پھر وہ بھی نہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کے تیسرے الفاظ امام محمد رحمہ اللہ کے بارے:

یہ ہیں۔ یروی عن مالک بن انس وغیرہ کان من بحور العلم

والفقہ قویانی مالک ○

(کہ امام) محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (امام) مالک رحمہ اللہ سے روایت

کرتے ہیں اور ان کے غیر سے بھی، علم وفقہ کا دریا ہیں امام مالک سے ان کی

روایت قوی ہے۔

امام ڈھمی نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو علم و فقہ کا دریا اور قویانی مالک قرار دیا ہے، کسی کو علم و فقہ کے ساتھ موصوف کرنا یقیناً یہ اس کے بہترین اوصاف میں سے ہیں۔ زیر علی زئی وہابی نے سارا زور اس پر صرف کیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (معاذ اللہ) کذاب ہیں جبکہ امام ڈھمی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک کی روایت میں قوی قرار دیا ہے۔ کیا کذاب راوی بھی قوی ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں کیا جس کا حافظہ کمزور ہو وہ بھی قوی ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ محدثین جب کسی راوی کو قوی قرار دیتے ہیں تو اس سے مراد وہ ساری خوبیاں ہوتی ہیں جو کہ ایک قوی راوی کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ جس کا اہم ترین رکن صدق ہے۔ تو واضح ہو گیا کہ امام ڈھمی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سچے ہیں اور ڈھمی نے آپ کو قویانی مالک کہہ کر آپ پر کذب وغیرہ کی ساری جرحوں کو رد کر دیا ہے۔

لیکن زیر زئی کے لئے کسی بھی امام کے متعلق یہ کہہ دینا کہ اس کا قول مردود ہے یہ زئی کی عادت ہے اور اس کے لئے یہ بہت ہی آسان ہے جب کسی امام کی بات زئی کے مزاج کے خلاف ہوتی ہے تو اس امام کا قول زئی صاحب کے نزدیک مردود ہوتا ہے اور جب اسی امام کی بات زئی کے موافق ہو تو اس امام کا درجہ زئی صاحب بلند کر دیتے ہیں اور اس کا قول بھی مقبول ہو جاتا ہے۔ یہ ہے زئی وہابی کی دیانتداری۔

(نوٹ) جب ڈھمی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد کی تعریف کی ہے اور علم و فقہ کا دریا تسلیم کیا ہے اور کوئی مفسر جرح بھی نہیں کی تو ظاہر ہے پھر ایسے راوی کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سوا میں بھی حدیث معتبر ہوگی۔ (فانہم و تدبر ولا تکن من المتعصبین)۔

## زبیر علی زئی کا دوسرا اعتراض:

زئی صاحب نے لکھا ہے کہ سنن نسائی کے مصنف اور اسماء الرجال کے امام ابو عبد الرحمن النسائی رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ والضعفاء من اصحابہ۔ یوسف بن خالد السمی کذاب والحسن بن زیاد اللؤلؤی کذاب خبیث ومحمد بن حسن ضعیف۔

اور اس کے شاگردوں میں سے یوسف بن خالد کذاب ہے، حسن بن زیاد لؤلؤی کذاب خبیث ہے اور محمد بن حسن شیبانی ضعیف تھا۔ (جزء فی آخر کتاب الضعفاء والمتروکین، ص ۲۶۶)۔ غیر مقلد زئی نے اس پر تبصرہ یہ کیا ہے کہ: امام نسائی رحمہ اللہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ کتاب الحج علی اہل المدینۃ کا مصنف محمد بن حسن الشیبانی مطلقاً ضعیف ہے، چاہے وہ امام مالک سے روایت کرے یا دوسرے راویوں (مثلاً امام ابو حنیفہ) سے روایت کرے لہذا اس کی روایت عدم متابعت کی صورت میں مردود ہوتی ہے۔

راقم الحروف کا مذکورہ عبارت پر تبصرہ اور وہابی کی ناانصافی کو ظاہر کرنا:

وہابی زئی نے امام نسائی کو رجال کا امام بھی مانا ہے لیکن ان کی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ زبیر زئی کہتا ہے کہ محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کذاب ہیں۔ جبکہ جو عبارت نسائی کی وہابی نے پیش کی ہے اس میں امام نسائی نے صرف ضعیف کہا ہے، تو اگر نسائی کے نزدیک بھی امام محمد کذاب ہوتے تو زبیر زئی کی طرح وہ صرف ضعیف نہ لکھتے بلکہ کذاب لکھتے اور اہل اصول پر یہ واضح ہے کہ ضعیف راوی کذاب نہیں ہوتا۔ اب اسی عبارت میں زئی اور امام نسائی کے خیالات الگ الگ ہو گئے ہیں۔ اگر زئی امام نسائی کی بات کو مانتا تو کذاب نہ

کہتا، باقی رہا امام نسائی کا امام محمد کو ضعیف کہنا۔ تو اس کے لئے عرض یہ ہے زئی صاحب یہ بے سند بات جس کے درمیان ۲۵ سال کا فاصلہ ہے آپ نے کیسے مان لیا ہے۔ آپ نے تو الجزء المفقود من المصنف عبدالرزاق کا صرف اس لئے انکار کر دیا ہے کہ اس کے نسخ کی سند مؤلف تک نہیں ہے۔ آپ کے نزدیک اور اخبار الفقہاء والمحدثین کا انکار بھی اسی بنا پر کر دیا ہے کیونکہ اس میں نسخ رفع یدین کی حدیث ہے جو تمہارے خلاف ہے۔

(نوٹ): اس رسالہ کے بعد اخبار الفقہاء والمحدثین کی نسخ رفع یدین والی حدیث پر زئی کے اعتراضات کے جوابات میں مفصل رسالہ آ رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تو پھر امام نسائی کی بے سند بات مانتے ہوئے اور پیش کرتے ہوئے کچھ تو اپنے خود ساختہ ضابطے کا پاس کیا ہوتا اور اسی بنا پر کہہ دیتا کہ امام نسائی کی یہ بات کیونکہ بے سند ہے اس لئے مردود ہے لیکن آپ یہ نہیں کہیں گے کیونکہ آپ سے انصاف کی توقع ہی نہیں ہے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ اصول کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ جس راوی کو جرح مفسر کے بغیر ضعیف کہا جائے تو ایسی جرح مردود ہوتی ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں کتنے ہی راویوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ فلاں امام نے اس کو ضعیف کہا ہے پھر کہتے ہیں یہ راوی ثقہ ہے کیونکہ ضعیف بلا حجت کہا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ایسے بہت سے راویوں کے نام بھی لکھ دیتا۔

دیکھیے: التہذیب والایضاح شرح مقدمہ ابن صلاح، ص ۱۶۰ پر واضح بیان ہے کہ جرح غیر مفسر قبول نہیں ہے۔

تو کسی کو سبب بیان کرنے کے بغیر ضعیف کہنا یہ جرح ہی مردود ہے۔

زبیر علی زئی کی بات زبیر زئی کے لئے ہی باعثِ عبرت ہے:

کہ: ”لہذا اس کی روایت عدم متابعت کی صورت میں مردود ہوتی ہے۔“  
 زئی وہابی صاحب کے کلام سے واضح ہے کہ اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت نہ ہو تو روایت مردود ہوگی۔ اگر امام محمد کی متابعت ثابت ہو جائے تو روایت مقبول ہوگی۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ زبیر علی زئی نے اپنے رسالہ کے آخر میں جو نتیجہ لکھا ہے اس میں امام محمد کو کذاب اور مردود والروایت لکھا ہے۔ زئی صاحب آپ کی یہ دوغلہ چال کیسی عجیب ہے اور انصاف کا خون ہے کہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کذاب ہیں اور دوسری طرف کہتے ہو کہ ان کی روایت عدم متابعت کی صورت میں مردود ہے۔ کیا کسی مُسَلَّمِ اہام نے قاعدہ لکھا ہے کہ کذاب کی روایت متابعت کی صورت میں قبول ہے؟ کذاب کی روایت تو ہر حال میں مردود ہی ہوتی ہے۔ تو اب میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ آپ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو متابعت کی صورت میں قبول کر کے آپ نے خود ہی اپنی بات کی تردید کر دی ہے جو آپ نے امام محمد کو کذاب لکھا ہے۔ کیونکہ تعصب نے آپ کی عقل مار دی ہے اس لئے آپ متضاد باتیں کرتے جاتے ہیں۔

پھر اس کے بعد زئی وہابی نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پیش کی ہے۔ جسے انہوں نے لسان المیزان (اسماء الرجال کی ایک مشہور کتاب میں لکھا ہے پہلے حافظ صاحب کی عبارت ہوگی پھر اس کا ترجمہ اور حاشیے میں اس پر تبصرہ ہوگا۔ (والحمد للہ رب العالمین)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی، شیبانیوں کا غلام فقیہ ابو عبد اللہ ہے وہ واسط میں پیدا ہوا اور کوفہ میں پرورش پائی۔ فقہ اس نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا



اور (سفیان) ثوری، مسعر بن کرام، عمر بن ذر، مالک بن مغول، اوزاعی، مالک بن انس، زمرہ بن صالح اور ایک جماعت سے حدیث سنی، اس سے امام شافعی، ابو سلیمان جوزجانی، ابو عبیدہ قاسم بن سلام، ہشام بن عبید اللہ الرازی اور علی بن مسلم الطوسی نے حدیث بیان کی۔ (لسان المیزان، ج ۵، ص ۱۲۱)

اس کے حاشیہ میں امام محمد کے شیوخ حدیث میں سے محمد بن ابان بن صالح کا ذکر کیا اور اس کو متروک قرار دیا۔ ابراہیم بن یزید الہکی کا ذکر کیا اور اس کو بھی متروک الحدیث قرار دیا۔

### اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

اگر یہ عیب کی بات ہے تو پھر بخاری شریف میں بھی متکلم فیہ راوی موجود ہیں اور بخاری میں ایسے راوی بھی موجود ہیں جن کا ضعیف ہونا خود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو تسلیم ہے پھر بھی ان سے صحیح بخاری میں روایت کر دی ہے، تو پھر یہ بات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی وہی ہوگی جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بیان ہوگی۔

ان میں سے ایک راوی ایوب بن عائد ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں والعجب من البخاری یغمزہ وقد احتج بہ۔ (میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۸۹)

کہ امام بخاری سے تعجب ہے کہ ایوب بن عائد کو مطعون بھی قرار دیتے ہیں اور ان سے دلیل بھی پکڑتے ہیں۔ اب فرمائیے جناب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کیا کہو گے، وہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی کہہ لو بشرطیکہ اگر انصاف نام کی کوئی چیز ہو بھی تو۔

پھر حاشیہ نمبر ۲: میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی سے

انکار کیا۔ بحوالہ: وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے منہاج السنہ کے حوالہ سے۔  
اس پر تبصرہ:

ابن تیمیہ کی اس بے سند بات کو زنی نے کیسے مان لیا ہے جو بات بات پر سند کا مطالبہ کرتا ہے اس نے ایسی بے سند بات ایسے شخص سے کیسے قبول کر لی جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے صدیوں بعد پیدا ہوا ہے، کیا زنی وہابی نے اپنے ہی خود ساختہ ضابطوں کا خون نہیں کیا ہے کیا یہ ناانصافی نہیں ہے، اس سے ظاہر ہے کہ یہ شخص کوئی منصف مزاج نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کا متعصب اور غالی شخص ہے۔ بہر حال ابن تیمیہ کی یہ بات کیونکہ بے سند ہے کسی سند کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں دیا ہے اس لئے یہ بات مردود ہے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد کہتے ہیں۔ (لسان المیزان) ۹

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد شمار کرتے ہیں۔

(مناقب الامام وصاحبہ، ص ۵۰)

علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد سمجھتے ہیں۔

(النساب سمعانی، ج ۳، ص ۶۳)

علامہ عبدالقادر بن ابوالوفا قریشی رحمۃ اللہ علیہ بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد

شمار کرتے ہیں۔ دیکھئے۔ (الجواہر المفیہ، ص ۳۲۳)

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد تسلیم کرتے

ہوئے یہ عبارت درج کرتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا۔ کتبت من الحسن وقربعیر۔ کہ میں نے (امام) حسن شیبانی سے ایک اونٹ کا بوجھ لکھا ہے۔

وہابیہ کے محدث صدیق حسن بھوبھالی بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد

تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے (امام) محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔ (التاج المکمل، ص ۹۷) امام ابو عبد اللہ الصمیری جو کہ خطیب بغدادی کے استاد ہیں وہ بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد تسلیم کرتے ہوئے امام شافعی سے ناقل ہیں کہ میں نے (امام) محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۱۲۳)

دہابیہ کا محدث مبارکپوری بھی تحفۃ الاحوذی میں یہ تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ جتنا علم حاصل کیا ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص ۲۱۱، مطبوعہ بیروت لبنان) طوالت کے خوف سے اتنے حوالہ جات پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

تو واضح ہو گیا کہ ابن تیمیہ کی بے سند بات مردود ہے اور اس کی تقلید میں زنی و ہابی کا اس کو پیش کرنا بھی مردود ہے۔

پھر صفحہ ۱۳ پر عربی عبارت مع ترجمہ لکھی ہے۔

میں صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں (ترجمہ بھی وہابی ہی کا کیا ہوا ہے) ہارون الرشید کے دور میں اسے عہدہ قضا سونپا گیا، ابن سعد (کاتب الواقدی) نے کہا اس کا والد شام کی فوج میں تھا وہ واسطہ آیا تو وہاں ۱۳۲ھ میں محمد بن حسن پیدا ہوا۔

ابن عبد الحکم نے کہا میں نے محمد بن اور لیس شافعی کو فرماتے سنا محمد بن حسن نے کہا میں امام مالک کے دروازے پر تین سال کھڑا رہا اور ان کے اپنے الفاظ سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنی ہیں۔ پھر نمبر ۲ کا نشان دے کر حاشیہ میں وہابی صاحب نے کمال بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: وہابی لکھتا ہے کہ یہ روایت مع سند تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۳ میں ہے خطیب بغدادی نے یہ روایت دو سندوں سے بیان کی ہے اول عبداللہ بن محمد بن زیاد النسیا پوری یہ سند صحیح ہے لیکن خطیب نے اس کا متن نہیں لکھا۔ دوسری سند میں محمد بن عثمان بن الحسن القاضی کذاب ہے۔ بحوالہ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۴۳۔ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کذاب کا بیان کردہ متن لکھا ہے لہذا یہ روایت مردود ہے۔

### وہابی زبیر علی زئی کی کمال بددیانتی یا پھر جہالت:

محدثین کرام علیہم الرضوان کا کتب حدیث میں یہ طریقہ کار ہے کہ جب ایک متن ایک سے زائد سندوں سے مروی ہو تو پہلے اس کے تمام طرق کو جمع کر دیتے ہیں پھر اس کا متن درج کر دیتے ہیں۔ متن کے بیان کرنے میں اگر راویوں کا اختلاف ہو تو اس کو راوی کے نام سے بیان بھی کر دیتے ہیں کہ فلاں راوی نے اس متن میں یہ الفاظ بیان کیے ہیں اگر متن میں کسی راوی سے اختلاف واقع نہ ہو تو پھر متن کو اسی طرح درج کر دیتے ہیں۔ پہلے وہ تمام طرق جمع کرتے ہیں جن سے وہ متن مروی ہوتا ہے پھر اس کے بعد وہ متن درج کر دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں دیکھنی ہوں تو صحیح مسلم شریف پڑھ لیں۔ حضرت امیر المحدثین امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جب ایک متن حدیث درج کرتے ہیں تو پہلے اس کے وہ طرق جمع کر دیتے ہیں جن طرق سے وہ متن مروی ہوتا ہے۔

اب زئی صاحب نے یا تو اس میں بددیانتی کی ہے یا پھر یہ اس کی جہالت کا کرشمہ ہے کہ جو سند صحیح ہے اس کے متعلق لکھتا ہے کہ خطیب نے اس کا متن نہیں لکھا جو سند اس کے زعم میں مجروح ہے اس کے متعلق کہتا ہے کہ خطیب

نے اس کذاب کا متن لکھا ہے۔ لہذا یہ روایت مردود ہے۔ جب ایک متن دو سندوں سے مروی ہو اور ان میں سے ایک سند صحیح ہو تو پھر دوسری سند مجروح بھی ہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ صحیح سند سے اثبات تو پہلے ہو چکا۔

یہ ساری تکلیف زنی نے کیوں کی ہے اس کی کاروائی سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل نہیں ہے پہلے اس نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں سے خارج کرنے کی ناکام سی کوشش کی ہے بے سند باتوں سے۔ اب وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں سے خارج کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس کے پس پردہ وہ بات ہے جو اس نے آخر میں لکھی ہے۔ موطا امام محمد جو ہے وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ثابت نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس موضوع پر بھی آخر میں مفصل گفتگو کریں گے اور اس کی بددیانتی اور تعصب اور اس کا غالی ہونا واضح کریں گے۔

پھر ترجمہ شروع ہوا۔

ابن المہدی نے کہا میں نے (امام) المزنی سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سنا کہ میں نے محمد بن حسن سے زیادہ ہلکی چال چلنے والا کوئی موطا نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی فصیح دیکھا ہے۔ پھر اس پر نمبر ۳ کا نشان دے کر نیچے حاشیہ میں وہابی لکھتا ہے کہ یہ روایت مع سند تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۵ پر موجود ہے۔ اس کا ایک راوی الحسین بن جعفر العزری، ج ۱، ص ۶۲ میں مذکور ہے۔ جو الامام الفقیہ تھا اس کا مقام صدوق کا مقام ہے۔

دوسرا حصین بن جعفر الجوز جازنی (الجزبانی) مجروح ہے۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۷۷۔

ناظرین غور فرمائیں کہ وہابی صاحب لکھتا ہے کہ ایک العزری بغیر کسی

توثیق و تخریح کے سیر اعلام النبلاء میں مذکور ہے۔ جو امام فقیہ تھا اس کا مقام صدوق کا مقام ہے۔ یعنی اس وہابی کے نزدیک کسی کو امام کہنا فقیہ کہنا اور راوی کا صدوق ہونا یہ ہرگز توثیق نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر وہابی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے تو اس کا تعلق نہ جرح سے ہے اور نہ تعدیل سے فصاحت اور چیز ہے اور عدالت و ثقاہت اور چیز ہے۔ بالفرض اگر اس کا تعلق عدالت و ثقاہت سے نہیں ہے تو ایک شاندار خوبی تو ہے جسے آپ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

پھر صفحہ ۱۶ پر وہابی صاحب نے لکھا ہے مع ترجمہ عربی متن۔ میں صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

عباس الدوری نے ابن معین سے بیان کیا کہ میں نے الجامع الصغیر محمد بن حسن سے لکھی ہے، وہابی زنی صاحب نے اس پر نمبر ۱ کا نشان دے کر نیچے لکھا ہے بحوالہ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۵ و سندہ صحیح اس کی سند امام ابن معین تک صحیح ہے۔ اب اس کی سند کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد اس پر وہابی صاحب نے جو گل کھلائے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

زنی لکھتا ہے کہ الجامع الصغیر لکھنے کے بعد امام یحییٰ بن معین کس نتیجے پر پہنچے اس کا تذکرہ عباس الدوری کی تاریخ میں ہے قال یحییٰ بن معین محمد بن حسن الشیبانی لیسی بشی۔ تاریخ ابن معین روایۃ الدوری، ص ۱۷۰۔ یعنی محمد بن حسن شیبانی کچھ چیز نہیں۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

وہابی صاحب نے یہ کوشش اس لئے کی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ کتب رجال میں یہ بات وضاحت شدہ ہے کہ امام یحییٰ بن معین صرف ثقہ راوی سے ہی

روایت کرتے ہیں تو جب امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ سے ان کی کتاب جامع صغیر لکھی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے عدو نے اس کی سند کو صحیح بھی تسلیم کر لیا ہے تو یہ بات ثابت ہوتی تھی کہ امام محمد رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ ہیں کیونکہ وہ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ اب وہابی زنی صاحب کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اس پر کوئی بیکاری کوشش کرتا اور یحییٰ بن معین سے ہی امام محمد رحمہ اللہ پر جرح بیان کرتا اس لئے اس وہابی نے یہ سارا دھندا کیا ہے، اپنی عادت سے مجبور ہو کر مگر وہابی صاحب کو اس کی سند صحیح تسلیم کر لینے کے بعد یہ بات بھی یاد دہنی چاہیے کہ اب ابن معین سے اگر کوئی جرح امام محمد پر نقل ہوگی تو وہ مردود ہوگی کیونکہ وہ صحیح سند سے معارض ہوگی۔ یا پھر تعارض کی صورت میں ابن معین سے منقول دونوں باتیں ہی ساقط ہو جائیں گی۔ جرح بھی اور تعدیل بھی۔ پھر ابن معین کی تاریخ بروایت عباس دوری کا جو حوالہ دیا گیا ہے کہ امام ابن معین نے کہا کہ امام محمد بن حسن شیبانی لیس ہشی ہے۔

وہابی صاحب یہ بتائیں کہ وہ نسخہ کب لکھا گیا ہے اور اس کا نسخہ کون ہے اور نسخہ سے مؤلف تک اس کی سند کیا ہے اور سند کے روات کا حال کیا ہے، جب تک اس کی وضاحت نہ ہوگی وہابی صاحب کا یہ حوالہ قبول نہ ہوگا کیونکہ یہ اسی کا ہی خود ساختہ قاعدہ ہے۔ بہر حال جس کی پاسداری کا اس کو خیال رکھنا چاہیے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ:

### لیس ہشی کی حیثیت کیا ہے اس پر کچھ تبصرہ:

نقد و رجال پر نظر رکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ بعض الفاظ جرح و تعدیل میں امام ابن معین رحمہ اللہ کی اصطلاح الگ ہے۔ امام ابن معین رحمہ اللہ جس راوی کو لیس ہشی کہیں وہ ان کے نزدیک مجروح نہیں ہوتا بلکہ صرف

وہ قلیل الروایت مراد ہوتا ہے اور کسی راوی کا قلیل الروایت ہونا اس کو مجروح نہیں کرتا۔  
مذروح وہابیہ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ الرفع والتکمیل  
فی الجرح والتعديل میں فرماتے ہیں۔

کثیرا ما تجد فی میزان الاعتدال وغیرہ فی حق الرواة نقلاً عن  
یحییٰ بن معین ○ انه ليس بشئ فلا تظن ان ذلك الراوی مجروح بجرح  
قوی فقد قال الحافظ ابن حجر فی مقدمة فتح الباری فی ترجمة عبد العزيز  
بن المختار البصري ذكر ابن اقطان الفاسي ان مراد ابن معين من قوله ○  
(ليس بشئ) یعنی ان احادیثہ قلیلہ انتہی۔ وقال السخاوی فی فتح المغیث  
قال ابن القطان ان ابن معین اذ قال فی الراوی (ليس بشئ) انما يريد انه  
لم يرو حديثاً کثیراً ○ (الرفع والتکمیل، ص ۳۱)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں کئی مقامات پر کسی  
راوی کے حق میں ابن معین سے تو یہ منقول پائے گا کہ وہ کسی راوی کے بارے  
میں کہیں گے (لیس بشئ) یہ راوی کوئی شے نہیں ہے، تجھے ہرگز اس راوی کو  
مجروح بجرح قوی نہ سمجھنا چاہیے۔ اس لئے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ فتح  
الباری میں عبد العزیز بن مختار بصری کے ترجمہ میں کہا ہے کہ ابن قطان فاسی نے  
ذکر کیا ہے کہ ابن معین کی مراد (لیس بشئ) سے صرف راوی کا قلیل الروایت ہونا  
ہے اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح المغیث میں فرمایا ہے کہ ابن قطان نے کہا  
ہے کہ ابن معین کا کسی راوی کو لیس بشئ کہنا صرف اس کا قلیل الروایت ہونا مراد  
ہے۔ مذکورہ سطور سے یہ بات واضح ہوگی کہ ابن معین کا کسی راوی کو لیس بشئ  
کہنا ہرگز ہرگز جرح نہیں ہے جس پر زنی وہابی صاحب خوش ہو رہے ہیں۔ بلکہ  
مراد اس سے صرف قلیل الروایت ہونا ہے اور کسی راوی کا قلیل الروایت ہونا اس



کے ثقہ ہونے کے منافی نہیں ہے۔ لیس بشنی کا صحیح مفہوم جب واضح ہو چکا اور اس کا جرح نہ ہونا بھی واضح ہو چکا تو اب وہ پہلی بات یاد کریں جس کی سند کو آپ نے صحیح مانا ہے کہ امام ابن معین نے فرمایا کہ میں نے (امام) محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ سے جامع صغیر لکھی ہے۔ اور وہ قاعدہ یاد کریں کہ ابن معین ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کہ امام محمد رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے نزدیک مجروح نہیں بلکہ ثقہ ہیں۔

○ الحمد لله رب العالمين ○

راوی کا قلیل الروایت ہونا اس کے ثقہ ہونے کے منافی نہیں ہے:

کسی راوی حدیث کا قلیل الروایت ہونا اس کے ثقہ صدوق ہونے کے خلاف نہیں ہے نہ ہی اس سے کوئی راوی مجروح ہوتا ہے۔ دیکھئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تقریب الجہد یب میں طلحہ بن ابی سعید الاسکندرانی ابو عبد الملک القرشی مدنی کے متعلق لکھتے ہیں۔ **ثِقَّةٌ مُّعَلٌّ** اور ساتھ خ کے اشارے سے اس کا بخاری شریف کا راوی ہونا بھی فرماتے ہیں۔ (تقریب الجہد یب، ج ۱، ص ۴۵۰) مذکورہ راوی حدیث بخاری شریف کا راوی ہے اور مقل ہے یعنی قلیل الروایت ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مسلم شریف کے ایک راوی کے متعلق فرماتے ہیں۔ عبد اللہ بن معبد بن عباس بن عبد المطلب العباسی ثقہ قلیل الحدیث۔ (تقریب الجہد یب، ج ۱، ص ۵۳۷) یعنی یہ راوی ثقہ ہے اور قلیل الحدیث ہے۔

الحاصل اگر تقریب سے ہی اس کی مثالیں پیش کرتے چلیں تو بات بہت

طول پکڑ جائے گی۔ عقل مندوں کے سمجھنے کے لئے تو ایک دو مثالیں ہی کافی ہیں۔ مذکورہ سطور سے بات واضح ہے کہ راوی کا قلیل الحدیث، قلیل الروایت ہونا اس کو مجروح نہیں کرتا اور یہ اس کے ثقہ ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ تو اگر ابن معین رحمہ اللہ اپنے خیال کے مطابق امام محمد رحمہ اللہ کو (لیس بشی) جس کا مطلب پیچھے واضح ہو چکا ہے قلیل الروایت ہونا۔ کہتے ہیں تو اس سے امام محمد رحمہ اللہ کا کچھ بھی مجروح ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(نوٹ): لیکن امام ربانی امام مجتہد فقیہ محدث محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ قلیل الروایت بھی نہیں ہیں۔ دیکھئے آپ کی کتاب حدیث، موطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ وغیرہ۔

وہابی کے رسالہ کا صفحہ نمبر ۱۴ کا بقیہ حصہ۔

ربیع بن سلیمان نے کہا میں نے شافعی کو فرماتے سنا کہ میں نے محمد بن حسن سے اپنے اونٹ جتنے بوجھ کی کتابیں لی ہیں۔ ابن عدی نے اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو کہتے سنا کہ شریک قاضی مرجہ کی گواہی جائز نہیں سمجھتے تھے ان کے پاس محمد بن حسن نے گواہی دی تو انہوں نے اسے رد کر دیا۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں ایسے آدمی کی گواہی نہیں مانتا جو یہ کہتا ہے کہ نماز ایمان میں سے نہیں ہے۔

اس پر نمبر ۳ کا نشان دے کر نیچے حاشیہ میں خود اقرار کیا ہے کہ یہ سند ضعیف ہے اور ابن عدی نے ابو نعیم فضل بن دکیں کی سند سے نقل کیا ہے کہ قاضی ابو یوسف نے کہا محمد بن حسن مجھ پر جھوٹ بولتا ہے۔ اس پر نمبر ۴ کا نشان دے کر نیچے حاشیہ میں خود ہی لکھا ہے کہ یہ سند مردود ہے۔

ابن عدی نے کہا محمد بن حسن کی توجہ حدیث پر نہیں تھی (یعنی اسے صرف

رائے قیاس کا دفاع ہی محبوب تھا) اہل حدیث (محمد بن کرام اور متبعین حدیث اس کی بیان کردہ حدیثوں سے بے نیاز ہیں)۔ اس پر نمبر ۵ کا نشان دے کر نیچے لکھا کہ ابن عدی امام معتدل کما قال الذہبی فی ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل۔

### اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

ابن عدی کا یہ کہنا کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی توجہ حدیث کی طرف نہیں تھی اور محدثین ان کی بیان کردہ حدیثوں سے بے نیاز ہیں۔ یہ بات بالکل حقیقت کے خلاف ہے امام محمد رحمہ اللہ کی کتابیں ہی اس پر گواہ ہیں کہ وہ کتنے بڑے محدث تھے۔ اور پھر ابن عدی کی یہ عبارت ہی گواہی دے رہی ہے کہ امام محمد کی توجہ حدیث پر تھی۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ ابن عدی نے خود ہی کہا ہے کہ امام محمد بن حسن کی بیان کردہ حدیثوں سے محدثین بے نیاز ہیں۔

اگر امام محمد کی توجہ ہی حدیث پر نہ تھی اور حدیث بیان نہیں کرتے تھے تو اس عبارت کا کیا مطلب کہ آپ کی بیان کردہ حدیثوں سے محدثین بے نیاز ہیں۔ اور پھر بات بات پر سند کا مطالبہ کرنے والا شخص ابن عدی کی اس بے سند بات کو کیسے قبول کر لیتا ہے کیونکہ ابن عدی نے تو امام محمد رحمہ اللہ کا زمانہ ہی نہ پایا۔ کیونکہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ۱۸۹ھ میں وصال فرما گئے تھے اور ابن عدی ۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ درمیان میں اتنا طویل فاصلہ ہے جسے زیر زنی وہابی نے بلا تا مل قبول کر لیا ہے جس شخص نے امام محمد کو دیکھا تک نہیں ان کا زمانہ نہ پایا ان کے متعلق ابن عدی کا یہ کہنا کہ ان کی حدیث پر توجہ نہیں تھی۔ یہ بات بالکل قبول نہیں ہے۔ زنی وہابی میں اگر انصاف ہوتا تو اس بات کے بیان کرنے کے بعد زنی لکھتا کہ ابن عدی کی یہ بات کیونکر بے سند ہے اس لئے یہ مردود ہے لیکن اس کا اس

بے سند بات کو قبول کر لینا اور اس پر جرح نہ کرنا زنی کے متعصب اور بے انصاف اور غالی ہونے کو واضح کرتا ہے۔ (فافہم و تدبر)

### زنی کا امام ابن عدی کو معتدل امام کہنا:

اس کا بھی تجربہ کر لیتے ہیں کہ ابن عدی کو امام معتدل کہنے والا اس قانون پر بھی کتنی دیر تک قائم رہتا ہے۔ اب راقم الحروف اس کی چند مثالیں آپ کے سامنے عرض کرتا ہے آپ دیکھیں کہ جب ابن عدی بخاری شریف کے کسی راوی پر جرح کرے گا تو ابن عدی زنی کے نزدیک امام معتدل رہے گا یا نہیں یہ تو زنی صاحب ہی جواب دیں گے۔

عبداللہ بن یوسف التیمی بخاری شریف کا راوی ہے اس کو ابن عدی نے کامل فی الضعفاء میں شمار کیا ہے۔ (میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۵۲۸)

اگرچہ یہ راوی ثقہ صدوق ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ابن عدی کا رد بھی کیا ہے لیکن امام ابن عدی کو امام معتدل ماننے والا زنی یہاں پر دیکھیے ابن عدی کو امام معتدل مانتا ہے یا کہ نہیں اور اگر ابن عدی کو امام معتدل مانتا ہے تو پھر بخاری شریف کے اس مذکورہ راوی کو ضعیف بھی ماننا پڑے گا جس کو زنی کے امام معتدل نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ (فافہم و تدبر)

بخاری شریف کے ایک اور راوی جو کہ ثقہ ہیں لیکن زنی وہابی کے امام معتدل نے اس کا ذکر بھی ضعفاء میں کر دیا ہے۔

یہ ہیں، احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ (الکامل فی الضعفاء، ج ۱، ص ۲۹۵)

جناب زنی صاحب اگر آپ واقعی ابن عدی کو امام معتدل مانتے ہیں تو

پھر تو آپ یقیناً احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ کو بھی ضعیف مانتے ہوں گے کیونکہ اس کو ضعفاء میں شمار کرنے والا آپ کا امام معتدل ہے۔

تو اس تمام گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ابن عدی رحمہ اللہ بعض اوقات ثقہ راویوں کو بھی ضعفاء میں شمار کر دیتے ہیں۔  
 اسی طرح یقیناً امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ بھی ثقہ ہیں ابن عدی نے جو بخاری کے بعض ثقہ راویوں کے ساتھ کیا وہی امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کے ساتھ کیا ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ زئی وہابی صاحب ابن عدی کو امام معتدل مانتے رہیں گے یا کہ پھر اپنی عادت کے مطابق کہیں گے۔ ابن عدی کا یہ قول مردود ہے۔ اب صفحہ پندرہ کے جواباب شروع ہوتے ہیں۔  
 صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

ابو اسماعیل الترمذی نے کہا میں نے احمد بن حنبل کو فرماتے سنا کہ شروع میں محمد بن الحسن جیم کے مذہب پر چلتا تھا۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

زئی وہابی غیر مقلد نے یہ عبارت اس لئے نقل کی ہے تاکہ وہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کو معاذ اللہ بد مذہب جمعی ثابت کر سکے۔ مگر اسی مذکورہ عبارت نے حقیقتاً امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے جیم کی نفی کر دی ہے وہ اس طرح کہ عبارت میں (فی الاول) کے الفاظ ہیں اور زئی کے ترجمہ میں شروع کے الفاظ ہیں ان الفاظ پر ذرا سا فکر و تامل کرنے والا عقل سلیم رکھنے والا۔ اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ بعد میں آپ جمعی نہ رہے ورنہ اول کی قید بے کار ہوگی۔ یہ تو اس عبارت کے متعلق گفتگو تھی ورنہ حقیقت یہ ہے۔ آپ کا تعلق کبھی بھی کسی بد عقیدگی سے نہ رہا۔ آپ ائمہ مسلمین میں سے ایک مُسَلَّم امام ہیں اور اہلسنت و جماعت کے پیشوا و مقتدا ہیں۔ اس قسم کے الزامات کی تردید کے لئے وہی وضاحت کافی ہے جس کی

امام المسلمین امام الائمہ شیخ الحدیث سید الفقہاء امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فقہ اکبر میں کی ہے۔ صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے، آپ فرماتے ہیں اور ہم نہیں کہتے کہ مومن کو گناہ مضر نہیں ہے اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ (بالکل) دوزخ میں نہیں جائے گا اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اگرچہ وہ (عمل میں) فاسق ہو بشرطیکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گیا ہو اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں (ضرور) مقبول ہیں اور ہماری برائیاں (ضرور) مغفور ہیں جس طرح کہ مرجیہ کہتے ہیں لیکن یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کوئی نیکی تمام شرائط سے ادا کرے درحالیہ وہ نیکی عیوب مفسدہ سے خالی ہو اور اس نے اس کو کفر اور امداد اور بُری عادتوں سے باطل نہ کر دیا ہو حتیٰ کہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ اس نیکی کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ قبول کرے گا اس کو اس شخص سے اور اس کو اس پر ثواب دے گا اور جو برائیاں شرک اور کفر کے سوا ہوں اور ان کے کرنے والے نے ان سے توبہ نہ کی ہو حتیٰ کہ وہ ایمان کی حالت میں مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے چاہے اسے دوزخ سے عذاب کرے (اور پھر نکال لے) ہے اسے معاف کر دے اور بالکل دوزخ کا عذاب نہ دے۔

(فقہ اکبر حوالہ شرح ابوالمنتهی مطبوعہ حیدرآباد، دکن،

دکن، ص ۲۸-۳۰، بحوالہ تاریخ اہل حدیث، ص ۸۹)

فقہ اکبر کی اس عبارت میں تمام بد مذہبوں کا رد ہے اور اہلسنت و جماعت کے عقیدے کا روشن بیان ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت (نقول) کے صیغہ سے بیان کرتے ہیں جو کہ جمع مشکم کا صیغہ ہے یعنی آپ اور آپ کے تمام شاگرد اس میں شامل ہیں۔

## ذرا ادھر بھی دیکھئے:

حضرت سیدنا امام بخاری رحمہ اللہ بخاری شریف میں قدری، معتزلی، جبری، شیعہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اسی طرح جھمی راویوں سے بھی روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن صالح الوحاظی ابو زکریا کے ترجمہ میں ایک قول امام عقیلی کا بھی بیان کرتے ہیں۔

قال العقیلی حمصی جھمی .....  
عقیلی نے کہا کہ یہ راوی حمصی جھمی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس کے ترجمہ کے آخر میں فرماتے ہیں روی عنہ البخاری ثمانية احادیث کہ امام بخاری نے اس جھمی راوی سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۱۴۶-۱۴۷، مطبوعہ بیروت لبنان) زئی صاحب بخاری شریف کے اس راوی کے متعلق کیا کہو گے اور اس کی آٹھ روایات جو بخاری میں موجود ہیں ان کا کیا کرو۔ (فافہم و تدبر)

بشر بن السری کے متعلق میزان میں ہے۔ قال الحمیدی لایحل ان یکتب عنہ۔ (میزان الاعتدال)

کہا حمیدی نے کہ بشر بن السری جھمی ہے اس سے حدیث لکھنی جائز نہیں۔ اور یہ راوی بھی بخاری شریف کا راوی ہے۔

(نوٹ): اگرچہ آخر میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا رجوع بھی نقل کیا ہے۔  
(۱) زئی صاحب یہ بھی بتائیں گے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جھمی فرقہ کی روایت کیوں قبول فرمائی۔

(۲) بخاری کے یہ راوی ثقہ ہیں یا کہ جھم کی وجہ سے عدالت سے ساقط ہو گئے ہیں۔

(۳) ان کی روایات کا کیا ہے جو بخاری شریف میں موجود ہیں۔

(۴) اگر یہ جہمی ہونے کے باوجود ان سے روایت حدیث بھی درست ہے اور

یہ ہیں ثقہ تو پھر امام محمد رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کیوں کیا جاتا ہے حالانکہ یہ نسبت ہی ان کی طرف غلط ہے۔ آپ کے حاسدین کے حسد کا یہ نتیجہ ہے۔

پھر زنی وہابی نے نقل کیا ہے کہ:

”حنبل بن اسحاق نے (امام) احمد (بن حنبل) سے نقل کیا ہے کہ ابو

یوسف تو حدیث میں ضعیف تھا مگر محمد بن حسن اور اس کا استاد (اس کے ساتھ)

حدیث و آثار کے مخالف تھے۔ (بحوالہ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۹)

راقم الحروف کا تبصرہ:

(۱) تاریخ بغداد میں حدیث کا لفظ نہیں ہے بلکہ صرف آثار کے الفاظ ہیں۔

اس عبارت میں جو امام احمد رحمہ اللہ کی طرف امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر جرح نقل کی گئی ہے یہ جرح مبہم ہے جس میں ضعف کا سبب نہیں بیان کیا گیا اور جرح مبہم مردود ہے۔ جہاں آپ پر جرح مفسر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ وہاں پر مفصل جواب پیش کیا جائے گا۔

(۲) یہ جو کہا گیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ آثار کے مخالف تھے یہ بالکل حقیقت کے خلاف ہے۔

حنفی مذہب میں تو آثار حجت ہیں کتب احناف اس سے پُر ہیں۔ البتہ وہابیہ غیر مقلد ضرور آثار کے منکر ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے وہابیہ کی کتب عرف الجادی، نزل الابرار، تحفۃ الاجوزی، الروضة الندیہ، ج ۱،



ص ۸۹، والعلم منه قول الصحابی لا تقوم به حجة۔

وہابیہ جو خود آثار کے منکر ہیں انہیں آثار کو حجت جاننے والوں کی طرف ایسی باتیں منسوب کرنا زریب نہیں دیتا۔

(۳) اگر اس سے مراد ایسے آثار ہیں جو کہ صحیح احادیث یا دیگر آثار صحیح سے متعارض ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ ایک حدیث یا اثر ایک امام کے نزدیک صحیح ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک وہ حدیث یا اثر صحیح نہیں ہوتی تو محدث فقیہ مجتہد نے جس کو رائج جانا اس پر عمل کیا اور اب جو اس کی نظر میں مرجوح تھے، ان کو ترک کر دیا اب اگر کوئی یہ کہے کہ وہ امام تو آثار کے مخالف تھے تو کتنی حقیقت کے خلاف بات ہے اور جس امام کے متعلق یہ بات کہی گئی ہے وہ تو خود ایک ایسی کتاب کے مؤلف ہیں جس کا نام ہی کتاب الآثار ہے اور اس میں بکثرت آثار موجود ہیں اور عند الاحناف ان پر الحمد للہ عمل بھی ہے۔

علامہ محدث سمعانی رحمۃ اللہ علیہ انساب، ج ۳، ص ۴۸۴، مطبوعہ بیروت پر

فرماتے ہیں کہ:

وروی عن احمد بن حنبل قال اذا كان في المسألة قول ثلاثة لم

تسمع مخالفتهم فقلت من هم قال ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد بن

الحسن.....

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ

آپ نے فرمایا جب تینوں کسی مسئلہ پر جمع ہو جائیں تو اس کے خلاف بات نہیں سنی جائے گی۔ پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن ہیں۔ علامہ

محدث سمعانی رحمہ اللہ کی تحریر سے واضح ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ کے مداح ہیں۔ پھر زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

سعید بن عمرو البرزعی نے کہا میں نے ابو زرعة الرازی کو فرماتے سنا کہ محمد بن حسن اور اس کا استاد دونوں رحمہم اللہ (مذہب) والے تھے اور ابو یوسف جمعیت سے دور تھے اس کے متعلق زئی لکھتا ہے کہ یہ قول صحیح وثابت ہے۔

راقم الحروف کا اس پر تبصرہ:

یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ کی طرف نسبت درست نہیں ہے۔ اس کے رد کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی فقہ اکبر کا مطالعہ کر لیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند میں سعید بن عمرو البرزعی ہے جس کا ترجمہ مجھے نہیں ملا اس کی توثیق درکار ہے۔

تیسری یہ بات ہے کہ ابو زرعة الرازی کے نام سے امام ذہبی رحمہ اللہ نے دو راوی ذکر کے لئے ہیں۔ ایک ابو زرعة الرازی صغیر جس کا نام احمد بن حسین بن علی بن ابراہیم بن حکم ہے۔ یہ اگرچہ ثقہ ثبت ہیں لیکن ان سے ان کی ولادت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ جب میں پہلی مرتبہ عراق میں داخل ہوا تو اس وقت میری عمر چودہ سال تھی اور وہ ۳۲۳ھ تھا۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۱۳۷۔ تو اس اعتبار سے ان کی ولادت بنتی ہے ۳۱۰ھ میں۔ جبکہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کا وصال ۱۸۹ھ ہجری میں ہو گیا تھا۔ تو درمیان میں اتنا طویل فاصلہ ہے جو ایک صدی سے زیادہ بنتا ہے تو اگر یہ ابو زرعة الرازی ہے تو اس نے تو امام محمد اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کو دیکھا تک بھی نہیں ہے، جب ان کا زمانہ ہی نہ پایا اور پھر انہوں نے اپنے سے آگے تک سند بھی بیان نہیں کی تو پھر یہ جرح کیسے قبول ہو

سکتی ہے۔ خاص طور پر زئی وہابی کو تو چاہیے تھا کہ وہ یہاں کہہ دیتا کہ یہ بے سند قول ہے۔ درمیان میں ایک صدی کا فاصلہ ہے لہذا یہ جرح مردود ہے۔ لیکن وہ ایسا کیوں کہے کیونکہ اس نے تو ہر حال میں احناف سے تعصب ہی کرنا ہے۔

دوسرا۔ ابو زرہ الرازی الاصر ہے، جو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے۔ اگرچہ یہ بھی ثقہ ہے لیکن اس کا وصال بھی ۴۲۳ھ میں ہے، تو اس کا فاصلہ تو پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تقریباً دو صدیاں بنتی ہیں۔ اتنا طویل فاصلہ ہے حیرت اس بات پر ہے کہ ایسا شخص جو بات، بات پر سند کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہاں پر یہ بات کیوں بھول گیا ہے یا دانستہ آنکھیں بند کر لی ہیں۔ انصاف تو یہ تھا کہ زئی وہابی یہاں پر کہتا کہ کیونکہ ابو زرہ سے آگے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تک سند نہیں ہے، یہ بے سند بات ہے اس لئے قبول نہیں مگر اس کے باوجود اس کے تعصب کو دیکھئے، لکھتا ہے کہ یہ قول صحیح و ثابت ہے۔

انا لله وانا اليه راجعون

(نوٹ): کوئی تیسرا ابو زرہ جو الرازی کے نام مشہور ہو اس احقر کو نہیں ملا۔ البتہ ابو زرہ کے نام کے اور بھی راوی ہیں مگر کوئی دمشق سے کوئی یمنی کے نام سے مشہور ہے وغیرہ۔ جو ابو زرہ، الرازی کے نام سے مشہور ہیں وہ یہی دو ہیں۔ اگر ان دو کے علاوہ کوئی ابو زرہ الرازی ہے تو مطلع ہونے پر انشاء اللہ تعالیٰ اس پر بھی مفصل گفتگو ہوگی۔

زئی وہابی صاحب نے ایک حوالہ ابو زرہ الرازی کی کتاب الضعفاء کا بھی دیا ہے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ نسخہ کب لکھا گیا ہے اس کا ناخ کون ہے۔ ناخ سے لے کر مؤلف تک سند کیا ہے اور کیسی ہے اور اس نسخہ کو مؤلف سے کس نے روایت کیا ہے۔ امید ہے کہ زئی وہابی صاحب ان تمام گزارشات پر

ضرورتوجہ فرمائیں۔

پھر زئی وہابی نے لکھا ہے کہ زکریا الساجی نے کہا (محمد بن حسن) مرجئی تھا۔ اس کے متعلق زئی وہابی نے خود ہی کہہ دیا ہے یہ روایت مردود ہے۔

پھر کہا کہ محمد بن سعد الصوفی نے کہا میں نے ابن معین سے سنا وہ اسے جھوٹا قرار دیتے تھے۔

اس سند کے بارے میں بھی زئی وہابی نے خود ہی لکھ دیا ہے کہ یہ سند ضعیف و مردود ہے۔ احوص بن فضل نے اپنے ابا سے نقل کیا ہے کہ حسن اللؤلؤی اور محمد بن حسن دونوں ضعیف ہیں۔ اس سند کے بارے میں بھی زئی نے خود ہی اقرار کیا ہے کہ اس کی سند میں قاضی ابو العلاء محمد بن علی الواسطی ضعیف ہے لہذا یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ پھر کہا۔

اسی طرح معاویہ بن صباح نے ابن معین سے روایت کیا ہے۔

اس کے متعلق بھی زئی وہابی صاحب نے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ یہ روایت بھی مردود ہے۔

پھر کہا۔ ابن ابی مریم نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ کچھ چیز نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ اس کی سند کو زئی وہابی نے حسن کہا ہے جبکہ یہ سند بھی انتہائی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں محمد بن مظفر ہے اگرچہ ذہبی نے اس کو ثقہ حجتہ معروف کہا ہے تاہم یہ بھی نقل کیا ہے کہ ابو الولید باجی نے کہا کہ اس میں تشیع ظاہر ہے۔ (میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۴۳)

اس کی سند میں ایک راوی احمد بن عبد اللہ الانماطی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لسان المیزان میں خطیب سے ناقل ہیں کہ

اس کا سماع صحیح ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ یہ رافضی ہے۔ (انہ کان لیتر فض)  
(لسان المیزان، ج ۱، ص ۱۹۹)

واضح ہو گیا کہ یہ سند بھی مجروح ہے یہ رافضیوں والی سند زئی صاحب کو ہی مبارک ہو۔

گذشتہ صفحات میں مفصل بیان ہو چکا ہے کہ یحییٰ بن معین جب کسی راوی کو لیس ہشتی کہیں تو مراد صرف راوی کا قلیل الروایت ہونا ہوتا ہے۔ لہذا یہ کوئی جرح ہی نہیں ہے۔

پھر زئی نے کہا کہ عمرو بن علی (الفلاس) نے کہا ضعیف ہے۔ اس پر چار نمبر حاشیہ میں کہا کہ یہ روایت تاریخ بغداد میں ہے۔ (ص ۲، ج ۱۸۱) یہ سند صحیح ہے۔  
اس پر راقم کا تبصرہ:

اصول کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ کسی کو بغیر سبب بیان کیے ضعیف کہہ دینا یہ جرح مبہم ہے جو کہ مردود ہے۔ لہذا یہ جرح ہی مردود ہے اور ناقابل قبول ہے۔  
(تنبیہ): تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۸۱ پر عمرو بن علی (الفلاس) نہیں ہے بلکہ ابو حفص عمرو بن علی الصیرفی ہے۔ جس کی ثقاہت نہیں ملی۔ سند میں محمد بن حسین القطان کی بھی ثقاہت نہیں ملی۔ سند میں موجود ابو العباس سہل بن احمد الواسطی کا ترجمہ بھی نہیں ملا۔ پھر زئی نے نقل کیا کہ اور ابو داؤد نے کہا وہ کچھ چیز نہیں اور نہ اس کی حدیث لکھی جائے۔ اس پر پانچ کا نشان دے کر حاشیہ میں خود ہی اعتراف کیا کہ اس کی سند میں ابو عبید محمد بن علی بن عثمان الآجزی ہے جو کہ مجہول الحال ہے۔ تو واضح ہو گیا کہ اس کی سند بھی صحیح نہیں ہے۔

پھر زئی نے نقل کیا کہ اور دارقطنی نے کہا وہ (میرے نزدیک) متروک ہونے کا مستحق نہیں ہے۔ اس پر چھ نمبر کا نشان دے کر حاشیہ میں لکھا کہ اس کی

سند صحیح ہے۔

### اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

اس کی سند کو زئی وہابی صاحب نے صحیح مان لیا ہے کہ دارقطنی نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ترک کے مستحق نہیں ہیں۔ دارقطنی نے یہ فرما کر امام محمد سے کذب کی جرح کو دفع کر دیا ہے کیونکہ جو کذاب ہوتا ہے وہ ہر حال میں ترک کا ہی مستحق ہوتا ہے اور امام دارقطنی نے آپ کو فرما دیا ہے کہ آپ ترک کے مستحق نہیں ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ امام دارقطنی، امام محمد پر کذاب کی جرح کو درست نہیں سمجھتے۔ تو دارقطنی اور زئی کے خیالات بھی جدا ہو گئے۔

پھر نقل کیا کہ عبداللہ بن علی (بن علی) المدینی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا (محمد بن حسن) صبور (یعنی سچا ہے)۔ اس پر سات نمبر کا نشان دے کر لکھتا ہے کہ اس کے راوی عبداللہ بن علی بن عبداللہ المدینی کی توثیق نامعلوم ہے اس کا ذکر تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۹-۱۰ میں بغیر کسی توثیق کے موجود ہے۔

### اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

کیونکہ علی بن عبداللہ بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ناقد فن رجال ہیں ان کا امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو سچا کہنا وزن رکھتا ہے اس لئے زئی صاحب کے لئے یہ لازم تھا کہ وہ اس میں کوئی نہ کوئی اعتراض ضرور کرتے اور اپنی عادت پوری کرتے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا ہے کہ عبداللہ بن علی کی توثیق نامعلوم نہیں ہے۔

### راقم الحروف کا تبصرہ:

تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۹ پر واضح موجود ہے۔ یعرف بابن المدینی۔ کہ یہ راوی ابن المدینی کے لقب سے معروف ہے۔ (یعنی یہ راوی کوئی مجہول

نہیں ہے) اہل بصرہ سے ہے۔ بغداد میں آیا اور اس نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی اور اس سے محمد بن عبد اللہ المستعینی اور محمد بن عمران بن موسیٰ الصیرفی نے روایت کی ہے۔ تو یہ راوی الحمد للہ معروف ہے اور خطیب نے ان پر جرح کا ایک لفظ بھی استعمال نہیں کیا۔

مستعینی نے کہا! بیان کیا مجھے عبد اللہ بن ابی سعد الوراق نے محمد بن علی بن المدینی سے اس نے اپنے باپ سے کتاب المدلسین روایت کی ہے۔ پھر ہمارے پاس عبد اللہ بن علی آئے پس بیان کی ہمیں کتاب اپنے باپ سے۔

بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن نصر نے کہا سنا میں نے حمزہ بن یوسف سے وہ کہتے تھے کہ پوچھا میں نے دارقطنی سے عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ المدینی کے متعلق جو اس نے اپنے باپ سے کتاب العلل روایت کی ہے تو دارقطنی نے کہا کہ بے شک اس نے اپنے باپ کی کتابیں پکڑی اور اس کے اخبار کو مناولہ روایت کیا ہے اور اس نے اپنے باپ سے بہت زیادہ سماع نہیں کیا۔

(تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۹)

اس سے جو نتائج حاصل ہوئے۔

(۱) خطیب بغدادی نے کہا عبد اللہ بن علی..... ابن المدینی کے ساتھ معروف ہے جسے انہوں نے (یُعرفی) کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(۲) اس نے اپنے باپ کی کتاب العلل روایت کی ہے۔

(۳) جب دارقطنی سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو دارقطنی نے نہ تو مجہول کہہ اور نہ ہی کوئی جرح کا لفظ استعمال کیا۔

(۴) اس سے محمد بن عبد اللہ المستعینی اور محمد بن عمران بن موسیٰ الصیرفی نے روایت کی ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ محمد بن عبد اللہ المستعینی ثقہ ہیں۔ دیکھئے انساب  
سمعی، ج ۵، ص ۲۸۶۔ اور محمد بن عمران بن موسیٰ الصیرفی بھی ثقہ ہیں۔ دیکھئے  
تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۳۵۔

یعنی دو ثقہ راوی اس سے روایت کرتے ہیں جبکہ وہ خود بھی معروف  
ہے۔ تو جب خطیب بغدادی نے اس کے متعلق یعرف بابن المدینی کہہ دیا تو یہ  
مجہول کہاں رہا۔ پھر امام سخاوی رحمہ اللہ فتح المغنیث، ص ۱۳۴ پر فرماتے ہیں کہ وقال  
الدارقطنی من روى عنه ثقتان فقد ارتفعت جهالته و ثبتت عدالته۔ یعنی  
امام دارقطنی نے فرمایا کہ جن سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم اور  
عدالت ثابت ہو جاتی ہے لہذا اس راوی کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو گئی  
کیونکہ دو ثقہ راوی اس سے روایت کر چکے والے ہیں۔ پھر علامہ ابن حجر عسقلانی  
رحمہ اللہ اپنی کتاب تعییل المنفعت میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں  
فرماتے ہیں۔ قال عبد اللہ بن علی بن المدینی عن ابیہ صدوق۔ (تعییل  
المنفعت، ص ۴۱۰)۔ امام ابن حجر نے اس کو قبول کیا اور اس کے رد کی طرف  
معمولی سا اشارہ بھی نہیں دیا۔

پھر علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے کتاب الآثار کے روات پر ایک کتاب لکھی  
ہے۔ الاثیر بمعرفۃ رواۃ الآثار۔ اس میں بھی حرف المیم کے تحت امام محمد بن حسن  
شیبانی رحمہ اللہ کا ترجمہ کیا۔ اور پھر عبد اللہ بن علی بن المدینی کا اپنے باپ سے امام  
محمد کا صدوق ہونا بیان کیا اور اس کے رد کی طرف معمولی سا اشارہ بھی نہیں دیا۔  
امام مزی رحمہ اللہ تہذیب الکمال میں، علی بن ظبیان العنسی کے ترجمہ میں  
بھی عبد اللہ بن علی بن المدینی کا اپنے باپ سے، علی بن ظبیان کے بارے میں  
قول نقل کرتے ہوئے قبول کرتے ہیں۔



پھر امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں علی بن عبد اللہ المدینی کے ترجمہ میں آپ کے شاگردوں میں آپ کے بیٹے عبد اللہ بن علی بن المدینی کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ تو یہ تمام خلاصہ اس بات کا مقتضی ہے کہ عبد اللہ بن علی بن المدینی کا اپنے باپ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا صدوق ہونا بیان کرنا یہ قابل قبول ہے اور رد کی کوئی وجہ نہیں۔

زنی صاحب اگر آپ میں انصاف ہو تو ذرا ادھر بھی دیکھیں:

آپ نے اپنی کتاب نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین میں جس روایت سے ہمیشہ کا رفع یدین ثابت کرنے کی کوشش کی ہے قطع نظر اس کے اس میں آپ کا مکمل موقف بھی موجود نہیں۔ قطع نظر اس کے بعض روایات پر بعض جرحیں بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو خود اس کی سند میں راوی کا مجہول ہونا بھی مُسَلَّم ہے۔ مثلاً ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عصمۃ الرملی القاضی الاطروش کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اس کا ذکر حافظ مزی نے سوار بن عمارہ کے شاگردوں میں کیا ہے اور حافظ ابن عساکر نے ابن الاعرابی کے استادوں میں کیا ہے مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔ (نور العینین، ص ۲۵۵)

یہ آپ کا اپنا اعتراف ہے کہ یہ راوی معلوم الاحوال نہیں ہے۔ چاہے تو یہ تھا کہ آپ یہاں بھی کہہ دیتے کہ یہ روایت مردود ہے کیونکہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے لیکن حضرت آپ تو اس سے ہمیشہ والی رفع یدین ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں اور ادھر امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف تعدیل کے بارے میں عبد اللہ بن علی جس کے بارے میں خطیب نے لکھا یعرف بابن المدینی اور ثقہ راوی اس سے روایت کرنے والے بھی ہیں اور اس قول کہ ابن جریر اپنی کتاب تعجیل المنفعت میں اور الاثیر بمعرفۃ رواہ الاثیر میں بانیہ نقل کرتے ہیں

اور امام مزی رحمہ اللہ امام علی بن المدینی کے شاگردوں میں بھی شمار کرتے ہیں لیکن پھر بھی آپ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ (یہ ہے آپ کا انصاف)  
 شاید آپ یہ کہیں کہ میں نے اس کا متابع ذکر کیا ہے۔ لیکن حضرت یہ بھی یاد رکھیں کہ متابع والی روایت میں نہ تو رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور نہ ہی ہمیشہ کا لفظ تو وہ متابع کہاں رہا۔

متابع کی سند میں بھی آپ نے اعتراف کیا ہے کہ حصین بن وہب کے حالات مجھے نہیں ملے۔ (نور العینین، ص ۲۵۶)

اس کے حالات بھی نہیں ملے یہ پھر بھی آپ کے نزدیک قبول ہے وہ بھی ہمیشہ والی رفع یدین ثابت کرنے کے لئے مگر عبد اللہ بن علی بن المدینی۔ یَعْرِفُ ہونے کے باوجود۔ اس سے دو ثقہ راوی روایت کرتے ہیں اس کے باوجود دارقطنی سے اس کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے جرح کا ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ابن حجر رحمہ اللہ اس کا قول بلا تکیر بیان کریں۔

امام مزی رحمہ اللہ علی بن ظبیان کے بارے میں اس کا قول جو اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے، نقل کرتے ہیں اور قبول کرتے ہیں۔

امام مزی رحمہ اللہ علی بن المدینی کے شاگردوں میں بھی اس کا ذکر کرتے ہیں مگر پھر بھی آپ کو یہ قبول نہیں کیونکہ اگر آپ یہ قبول کر لیں تو پھر آپ کو امام محمد رحمہ اللہ کو صدوق (سچا) ماننے پڑھے گا جس سے آپ کی قائم کہ ہوئی ساری عمارت تباہ ہو جائے گی۔ (یہ ہے آپ کا انصاف)

تو ثابت ہو گیا کہ امام علی بن المدینی کے نزدیک امام محمد صدوق یعنی

سچے ہیں۔

## پھر زنی نے نقل کیا ہے:

کہ ثعلب نے کہا الکسائی اور محمد بن الحسن ایک ہی دن فوت ہوئے تو (نامعلوم) لوگوں نے کہا آج لغت اور فقہ دونوں دفن ہو گئے ہیں، اس پر نمبر ۸ کا اشارہ دے کر لکھا کہ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۸۴۔ اس کی سند کا ایک راوی ابو عمر الزاہد ہے۔ وہ جب ثعلب سے روایت کرے تو مجروح ہے۔ دیکھئے تاریخ بغداد و لسان المیزان، لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اس سند کا شاہد موجود ہے۔

امام قاضی صمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اخبرنا المرزبانی قال ثنا ابراهيم بن محمد بن عرفة النحوى قال مات محمد بن الحسن والكسائي بالرى سنة تسع وثمانين و مائة فقال الرشيد دفنت الفقه والعربية بالرى۔ (ابو حنیفہ واصحابہ، ص ۱۲۹)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ براہیم بن محمد بن عرفة النحوی نے کہا کہ (امام) محمد بن الحسن اور (امام) الکسائی الری میں فوت ہوئے اور یہ ۱۸۹ھ کی بات ہے۔ تو (خلیفہ) رشید نے کہا کہ آج میں نے فقہ اور عربیت کو دفن کر دیا ہے۔ اس کی سند درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔ تو ثیق سند ملا حظہ فرمائیں۔

پہلے راوی ہیں امام ابو عبد اللہ حسین بن علی قاضی الصمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں ان کے ترجمہ میں کہا۔

كان احد الفقهاء المذکورين من العراقيين حسن العبارة جيد النظر ولى قضاء المدائن فى اول امره ○

آجے ان کے استاذہ اور شاگردوں کا بیان کیا اور استاذہ میں ابو

عبید اللہ المرزبانی کو بھی شمار فرمایا۔

پھر خطیب نے کہا کتبت عنه وکان صدوقا وافر العقل جمیل

المعاشرة عارفا بحق اهل العلم ○

کہ میں نے الصمیری سے لکھا ہے اور وہ صدوق ہے (یعنی) سچا ہے،  
بہت زیادہ عقل والا ہے اچھے برتاؤ والا ہے اہل علم کے حقوق کا جاننے والا ہے۔  
(تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۷۸-۷۷)

ان کا ترجمہ الفوائد الحمیہ، ص ۶۷ پر بھی ہے اور الجواہر المصیہ، ص ۱۴۰  
پر بھی ہے۔ اس سند کا دوسرا راوی ہے (المرزبانی)

پورا نام اس طرح ہے۔ ابو عبید اللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المرزبانی تاریخ  
بغداد، ج ۳، ص ۱ پر اگرچہ اس پر جرح بھی ہے لیکن وہیں پر اس کی تردید بھی  
موجود ہے۔ یہ اگرچہ اہل تشیع اور صاحب اعتزال تھا مگر حقیقی نے کہا کہ حدیث کی  
روایت میں یہ ثقہ ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۳۶)  
اس کا تیسرا راوی ہے۔

ابراہیم بن محمد بن عرفۃ النخوی، تاریخ بغداد میں ہے۔

کان صدوقا وله مصنفات کثیرہ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۱۵۹، ترجمہ

نمبر ۳۲۰۵

تو یہ سند درجہ حسن سے کم نہیں ہے تو الحمد للہ ثابت ہو گیا کہ یہ سند ثابت  
ہے اور ثقہ اور صدوق روات پر مشتمل ہے۔

ابو صاحب کو اب تو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ نامعلوم حضرات نے کہا اور نہ  
ہی یہ کہنا چاہیے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

پھر زنی صاحب نے نقل کیا ہے:

کہ اسے (امام) عقیلی نے (کتاب) الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور کہا ہمیں احمد بن محمد بن صدقہ نے حدیث بیان کی میں نے عباس الدوری کو فرماتے سنا کہ میں نے یحییٰ بن معین کو فرماتے سنا کہ (محمد بن الحسن) جہمی (اور) کذاب ہے۔ اور پھر اس کی سند کو حاشیہ میں صحیح کہا۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

(تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو مجھے یاد ہے سب ذرا ذرا) بات بات پر سند کا مطالبہ کرنے والا شخص اپنی باری یہ قانون کیوں بھول جاتا ہے۔ اخبار الفقہاء والمحدثین کا انکار اس لئے کر دیا کہ اس کے نسخ کی سند مؤلف تک نہیں۔ الجزء المفقود جس میں حدیث نور ہے اس کا انکار بھی محض اس بنا پر کیا مگر ائمہ احناف پر جرح کرتے وقت آپ نے آنکھوں پر کیوں تعصب کی پٹی باندھ لی ہے اور یہ خود ساختہ قانون ترک کر دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر یحییٰ بن معین سے کذاب کی جرح نقل کرنے والے یہ ہیں۔ احمد بن محمد بن صدقہ، عباس الدوری، قال سمعت ابن معین.....

زنی وہابی صاحب نے اس کی سند کو صحیح کہا اور دلیل یہ دی کہ عباس دوری کا شاگرد احمد بن محمد بن صدقہ ثقہ ہے اور حوالہ دیا تاریخ بغداد کا۔ واقعی تاریخ بغداد میں اس کو ثقہ ہی کہا گیا ہے اور یہ توثیق کرنے والے امام دارقطنی ہیں۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۱ پر اس کی تاریخ وصال لکھی ہے۔ ثلاث وتسعين ومائتين یعنی ۲۹۳ھ۔

اور امام دارقطنی کی پیدائش ہے ۳۰۶ھ میں یعنی امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، احمد

بن محمد بن صدقہ کی وفات سے بارہ سال بعد میں پیدا ہوئے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ تو احمد بن صدقہ کو دیکھا اور نہ ہی ان سے ملاقات کی۔ اب جبکہ ایک شخص بارہ سال بعد میں پیدا ہو رہا ہے تو ملاقات کیسے ثابت ہو سکتی ہے، اب جو دارقطنی نے احمد بن محمد بن صدقہ کی توثیق کی ہے تو یقیناً امام دارقطنی نے کسی نہ کسی سے اس کے متعلق اچھے کلمات سنے ہوں گے تبھی اس کی توثیق کی ہے۔ اگر کسی سے توثیق کے کلمات سن کر توثیق کی ہے تو وہ شخص کون ہے کیسا ہے تو یقیناً وہ مجہول ہے اور کسی مجہول کی بنا پر کسی کے حق میں توثیق بیان کرنا یہ کہاں تک مناسب ہے اور اگر یہ کہیں کہ درمیان میں کوئی مجہول نامعلوم شخص نہیں ہے تو پھر دارقطنی کی احمد بن محمد بن صدقہ کے حق توثیق کا قول قبول کرنے کے لئے۔ امام دارقطنی کی احمد بن محمد بن صدقہ سے ملاقات ثابت کریں اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ بارہ سال تو پیدائش عین وقفہ ہے اور امام دارقطنی نے پیدا ہوتے ہی تو علم حاصل کرنا شروع نہیں کر دیا تھا۔ تو یقیناً کم سے کم عمر بھی لگائیں تو کوئی آٹھ دس سال تو ہوگی۔ اب بارہ میں آٹھ کو جمع کر لو تو یہ بیس سال کا فرق بنتا ہے۔

امام دارقطنی اور احمد بن محمد بن صدقہ کے درمیان تقریباً بیس سال کا لمبا فاصلہ ہے بے سند قول آپ نے کیسے قبول کر لیا ہے۔ آپ کا بات، بات پر سند کا مطالبہ کرنا اور ائمہ احناف رحمۃ اللہ علیہم پر جرح کرتے وقت اپنے اس خود ساختہ قانون کو بھلا دینا یہ آپ کی بے انصافی اور تعصب کی بہت بڑی مثال ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے:

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ جرح کرنے میں متشدد و محنت ہیں، آپ کے محدث مبارک پوری صاحب نے ابکار المنہن میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ اب اس کی مثالیں ذکر کرتا ہوں کہ یحییٰ بن معین جرح کرنے میں حد سے بڑھنے

والے ہیں۔

(۱) احمد بن صالح مصری ایک ثقہ ثبت اور بخاری شریف کے راوی ہیں۔ لیکن یحییٰ بن معین نے اس راوی کو بھی کذاب کہا ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال، ص ۱۰۴)

میزان الاعتدال کے الفاظ یہ ہیں (ورماہ یحییٰ بن معین بالكذب) وقال معاویہ بن صالح عن ابن معین۔ احمد بن صالح کذاب زئی صاحب کیا آپ یحییٰ بن معین کی جرح کی بنا پر بخاری شریف کی ان تمام روایات سے دستبردار ہونے کو تیار ہیں جس کی سندوں میں احمد بن صالح ہے۔ ہمارے نزدیک تو بخاری شریف کی تمام روایات الحمد للہ صحیح ہیں۔ تو اگر یحییٰ بن معین بخاری کے راوی کو کذاب کہے تو آپ نہیں مانتے اگر ائمہ احناف میں سے امام محمد کو کہیں تو آپ مان جاتے ہیں یہ دوغلہ پالیسی کیسی ہے آپ کی؟

(۲) احمد بن عیسیٰ الحمصری التستری ایک راوی ہے، جو کہ صحاح ستہ کا راوی ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے، وعنه البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ والبخوی وهو موثق کہ یہ بخاری مسلم..... کا راوی ہے اور ثقہ ہے۔ الا ان ابا داود روی عن یحییٰ بن معین انه حلف بالله انه کذاب ○ (میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۲۵)

مگر امام ابو داؤد نے یحییٰ بن معین سے روایت کی ہے کہ یحییٰ بن معین نے قسم اٹھا کر کہا کہ یہ راوی کذاب ہے۔

دیکھئے زئی صاحب یحییٰ بن معین بخاری شریف کے راوی کو قسم اٹھا کر کذاب سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کو ابن معین کی قسم پر بھی اعتبار نہیں ہے مگر

امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں یحییٰ بن معین کی جرح کو آپ کیوں قبول کرتے ہیں؟

(۳) احمد بن محمد بن ایوب ابو جعفر الوراق صاحب المغازی ایک راوی ہے اور میزان الاعتدال میں اس کو صدوق کہا اور امام احمد اور جناب علی (بن المدینی) نے اس کی تعریف کی ہے۔ میزان ہی میں ہے کہ ابراہیم بن الجبید نے ابن معین سے روایت کی ہے۔ قال هو كذاب۔ (میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۳۳)

یعنی یحییٰ بن معین نے کہا یہ راوی کذاب ہے۔ اگر صرف میزان سے ہی ایسے لکھوں تو ایک لمبی قطار لگ جائے گی۔ دوسری کتب رجال الگ ہیں۔ یہ کیسی عجیب اور نا انصافی کی بات ہے کہ یحییٰ بن معین بخاری مسلم کے راوی کو کذاب کہے تو قبول نہیں اور اگر ائمہ احناف پر جرح کرے تو قبول ہے۔ اگر قبول کرنا ہے تو دونوں کو کروا کر رد کرنا ہے تو پھر دونوں جرحوں کو کرو۔

یہ بھی دیکھو ذرا:

امام شافعی رحمہ اللہ یقیناً مُسَلَّمٌ امام ہیں۔ حدیث فقہ تفسیر دیگر علوم اسلامیہ میں آپ مجتہد ہیں، آپ کی صداقت ثقاہت اور جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے اور مسلم ہے۔ لیکن امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ جرح کرنے میں اتنے متشدد ہیں کہ امام شافعی جیسی شخصیت پر بھی جرح کر دی علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ اپنی کتاب جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں کہ: قوله في الشافعي انه ليس بثقة۔

بعد چند سطور لکھتے ہیں کہ: وقد صرح عن ابن معين من طرق انه كان يتكلم في الشافعي۔ (جامع بیان العلم، ج ۲، ص ۱۶۰)



یعنی ابن معین نے کہا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ نہیں ہیں اور ابن عبد البر نے کہا کہ ابن معین سے کئی سندوں سے ثابت ہے کہ انہوں نے یعنی ابن معین نے امام شافعی پر کلام کیا ہے یعنی جرح کی ہے۔

جس طرح بخاری کے بعض روایت پر ابن معین کی کذاب ہونے کی جرح مردود ہے اور جس طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کی جرح مردود ہے۔ اسی طرح امام شافعی کے شیخ اور امام ربانی امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ابن معین کی جرح مردود ہے۔ اگر قبول ہوں گی تو دونوں ہوں گی اور رد بھی ہوں گی تو دونوں۔ ہمارے نزدیک تو ابن معین کی جرح کذاب ہونے کی نہ بخاری کے راویوں پر درست ہے نہ ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر۔

یہ بھی تو یاد رکھو صاحب:

حضرت سیدنا امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان پر امت کا اتفاق ہے جرح کرنے والوں نے تو آپ کو بھی معاف نہیں کیا۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی یقیناً حدیث و علل و تقدیرِ رجال کے امام ہیں لیکن ان میں بھی تشدد تھا جس کی وجہ سے انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو متروک تک کہہ دیا۔ ان کی کتاب المجرح والتعديل میں، ترجمہ نمبر ۱۰۸۶ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ سمع منہ ابی و ابو زرعة ثم ترکا حدیثہ..... امام بخاری سے میرے باپ ابو حاتم اور ابو زرعة نے بھی سماع کیا ہے پھر دونوں نے امام بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا۔

(المجرح والتعديل، ج ۷، ص ۱۹۱)

اب امام ابو حاتم رازی اور امام ابو زرعة کی جلالتِ شان میں بھی کسی کو شک

نہیں ہے اور ان کے نقد ورجال میں ماہر کامل ہونے میں بھی کسی کو شک نہیں ہے۔  
 ان دونوں حضرات نے ایک اسلام کی مسلّم شخصیت کو متروک الحدیث تک بنادیا۔  
 جس طرح ابو حاتم اور ابو زرہ کی امام بخاری پر جرح مردود ہے اسی  
 طرح یحییٰ بن معین کی امام محمد پر جرح بھی مردود ہے۔ (فانہم ولا تکن من  
 المتعصبین)

آخر کہاں تک ایسی مثالیں بیان کریں۔ سمجھنے کے لئے تو چند ہی کافی  
 ہوتی ہیں لیکن جہاں پر تعصب کی کاروائی ہو وہاں پر کیسے سمجھ آ جاسکتی ہے۔

یحییٰ بن معین کی امام محمد پر جرح خود ان کے اپنے عمل کے خلاف ہے:

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی کتاب جامع صغیر  
 لکھی ہے جس کی سند کو زئی وہابی صاحب صحیح مان چکے ہیں۔ اگر یحییٰ بن معین،  
 امام محمد کو کذاب سمجھتے تو ان سے جامع صغیر کیوں لکھتے، یقیناً آپ نے امام محمد سے  
 جامع صغیر بھی لکھی ہے جب آپ کو صدوق یعنی سچا سمجھا ہے یہ جرح ان کے اپنے  
 عمل سے متعارض ہونے کی وجہ سے بھی ساقط الاعتبار ہے۔ یہ نہ کہنا کہ آپ کے  
 حق میں انہوں نے لیس ہشٹی بھی کہا ہے کیونکہ اس کا صحیح مطلب و مفہوم گذشتہ  
 اوراق میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے کہ ابن معین جب کسی کو لیس ہشٹی کہیں تو  
 راوی کا مجروح ہونا مراد نہیں ہوتا بلکہ راوی کا صرف قلیل الروایت ہونا مراد ہوتا  
 ہے جو کہ ثقہ ہونے کے معافی نہیں ہے۔

خلاصہ:

اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام یحییٰ بن معین  
رحمۃ اللہ علیہ جرح کرنے میں متشدد ہیں اور ثقہ صدوق راویوں کو بھی کذاب کہہ دیتے

ہیں اور تشدد کی جرح قبول نہیں۔ پس واضح ہو گیا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر امام ابن معین کی کذاب ہونے کی جرح مردود و باطل ہے۔

### پھر زئی نے اپنے رسالہ:

صفحہ نمبر ۱۷ پر بطریق اسد بن عمرو، یحییٰ بن معین سے امام محمد کا کذاب ہونا بیان کیا اور دو نمبر ۲ کا نشان دیکر، خود اعتراف کیا کہ اس کی سند میں فتح بن نعیم البیہقی اور محمد بن نعیم البیہقی نامعلوم ہیں لہذا یہ سند مردود ہے۔

پھر نقل کیا کہ منصور بن خالد نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن حسن کو کہتے سنا کہ جو شخص اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے وہ ہمارا کلام نہیں دیکھتا (یعنی ہماری کتابیں ہمارا فقہ نہیں پڑھتا)۔

اس سند کو بھی زئی نے خود ہی مردود کہہ دیا ہے۔ الحمد للہ۔

پھر نقل کیا ہے کہ: عقیلی نے ہی امام عبدالرحمن بن مہدی سے نقل کیا انہوں نے فرمایا میں اس محمد بن الحسن کے پاس گیا تو اس کے پاس کتاب دیکھی میں نے دیکھا کہ اسے حدیث میں غلطی لگی ہے اور وہ اس غلطی پر قیاس کر رہا ہے تو میں نے اسے اس کی غلطی بتائی پس اس نے رجوع کیا اور قینچی کے ساتھ اپنی کتاب سے کئی اوراق کاٹ ڈالے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ختم ہوا۔

اس پر نمبر ۴ کا نشان دے کر زئی صاحب کہتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے۔

جناب زئی صاحب اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ حق بات کو قبول کرنے میں جلدی کرتے تھے اور امام عبدالرحمن بن مہدی جیسے محدث کے قدر دان تھے، اس سے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کا پہلو نکلتا ہے جس کو سمجھنے سے آپ قاصر ہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مسائل کی بنیاد

احادیث پر رکھتے تھے، باقی رہا کسی روایت میں وہم ہونا۔ یہ بتاؤ کہ وہم سے کون سا محدث خالی ہے۔ آپ اس کا انکار کریں انشاء اللہ تعالیٰ کتب حدیث سے اس کی بھی ایک لمبی قطار لگا دوں گا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ آپ اس کا انکار نہیں کریں گے۔ (بصورت دیگر، طریق دیگر پر عمل ہوگا)

ذی صاحب اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ:

لسان المیزان کے اس طویل بیان کے بعد دیگر معلومات پیش خدمت ہیں: امام اہلسنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کچھ چیز نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ بحوالہ الکامل (ابن عدی) ذی نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔

امام احمد نے مزید فرمایا، لا اراونی عنہ شیئا۔

میں اس سے کوئی چیز روایت نہیں کرتا۔ کتاب العلل ومعرفۃ الرجال  
الامام احمد، ج ۲، ص ۲۵۸۔

### اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

کامل ابن عدی کے حوالہ سے جس سند کو صحیح کیا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں۔ اس کی سند اس طرح ہے، علی بن احمد بن سلیمان، ثنا ابن ابی مریم سالت احمد..... علی بن احمد بن سلیمان کے حالات مجھے نہیں ملے۔

دوسرا راوی ابن ابی مریم۔ سنن الدارقطنی، ج ۳، ص ۵ پر امام دارقطنی نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کا جو دوسرا فرمان ہے کہ میں اس سے روایت نہیں کرتا۔ یہ ہرگز جرح نہیں ہے۔ یہ قاعدہ کون سی کتاب میں ہے کہ جس راوی سے امام احمد

بن حنبل رحمہ اللہ روایت نہ کریں وہ ضعیف ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے بعض اوقات ایک محدث دوسرے سے روایت نہیں کرتا یا کرنے کے بعد اس کی روایت کو ترک کر دیتا ہے جیسے امام ابو حاتم اور امام ابو زرہ کا امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت کرنے کے بعد آپ کی روایت کو ترک کر دینا ہے۔ برسبیل تنزل اگر یہ مان لیا جائے تو اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ پھر امام احمد جس سے روایت کرتے ہیں وہ ثقہ ہوتا ہے۔

تو اگر آپ اس کو ثقہ مانتے ہیں تو پھر محمد بن جابر کی کتنی ہی روایات امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں بیان کی ہیں تو پھر محمد بن جابر کو بھی ثقہ مان لو۔

مسند احمد، ج ۳، ص ۴۵۸-۴۵۹ پر محمد بن جابر کی روایت سے سات حدیثیں نقل کی ہیں۔ اگر تلاش کی جائے تو امید ہے کہ شاید اور بھی مل جائیں اور آپ ہرگز محمد بن جابر کو ثقہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو جب یہ نہیں تو پھر وہ بھی نہیں ہے۔

برسبیل تنزل اگر امام احمد رحمہ اللہ سے اس کو ثابت مان بھی لیا جائے تو، اس کے بعد امام احمد رحمہ اللہ کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردوں کے متعلق جرح سے رجوع ثابت ہے۔

دیکھئے، امام سلیمان بن عبد القوی الطوفی الحسینی رحمہ اللہ کی کتاب شرح مختصر الروضہ فی اصول الجنابله، شرح مختصر الروضہ، ج ۳، ص ۲۹۰۔ بحوالہ حاشیہ کتاب الضعفاء عقیلی، ج ۱، ص ۲۴۔

پھر امام ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں۔

کلام الاقرآن بعضهم فی بعض لا یعبأ به  
معاصرین کے ایک دوسرے پر طعن کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

## پھر زئی صاحب نے تنبیہ کے نام سے:

بیان کیا کہ تاریخ بغداد کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے باریک مسائل محمد بن حسن کی کتابوں سے لیے ہیں۔

(بحوالہ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۷)

اس روایت کے راوی ابو بکر القراطیسی کی توثیق نامعلوم ہے اور دوسرے یہ کہ اس کا تعلق روایت حدیث سے نہیں ہے۔

## اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

اگر اس کا تعلق روایت حدیث سے نہیں تو کم از کم اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے۔ اور آپ کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے جن سے یہ ظاہر ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ کے فیض سے مستفیض تھے، باقی رہا کہ ابو بکر قراطیسی کی توثیق نامعلوم ہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ امام ابن عساکر رحمہ اللہ تاریخ دمشق میں حرف میم کے تحت فرماتے ہیں۔ محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان ابو بکر القراطیسی، اصلہ من انطاکیہ وسکن دمشق وحدث بہا و ببغداد۔ عن الحسن بن عرفہ و محمد بن شعبہ و بحر بن نصر، و ابو محمد الربیع بن سلیمان المرادی والحسن الزعفرانی۔ یہ اس کے استاذ ہیں، پھر آپ کے شاگردوں کا ذکر کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ روی عنہ، اس سے روایت کی ہے، ابو الحسن الدارقطنی اور محمد بن جعفر بن عباس النجار نے اور عبد الوہاب بن الحسن الکلابی اور ابو حفص عمر بن علی بن الحسن العتقی الخطیب نے اور ابو ہاشم عبد الجبار بن عبد الصمد السلمی اور ابو الحسن

الجراحی اور ابو الفتح القواس اور ابو علی محمد بن القاسم بن معروف نے اور سنا اس سے بغداد میں۔ تاریخ ابن عساکر ترجمہ نمبر ۶۱۳۲۔

یعنی اس سے آٹھ راوی روایت کرتے ہیں جن میں امام ابو الحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فتح المغیث میں فرماتے ہیں۔

وقال الدارقطني من روى عنه ثقتان فقدر تفعت جهالته وثبتت عدالته۔ (فتح المغیث، ص ۱۳۷)

یعنی امام دارقطنی نے فرمایا کہ جس راوی سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔

جس سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔ اس راوی سے تو آٹھ محدثین روایت کرنے والے ہیں جن میں خود امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اس راوی کی جہالت ختم اور عدالت ثابت شدہ ہے، تو پھر اس کی روایت بھی قبول ہے، لہذا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے فیض یاب ہونا ثابت ہو گیا۔

زنی وہابی نے لکھا ہے کہ امام عقیلی نے محمد بن الحسن کو اپنی کتاب الضعفاء الکبیر میں ذکر کیا ہے اور کسی قسم کی توثیق نہیں کی۔

### راقم الحروف کا تبصرہ:

یہ اصول کی کس کتاب میں درج ہے کہ جس کی توثیق عقیلی سے ثابت نہ ہو وہ ثقہ نہیں ہو سکتا تو پھر عقیلی نے اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق بیان نہیں کی کیا ہوا اوروں نے جو کہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آئندہ اوراق میں ہوگی۔

اگر امام عقیلی کے کتاب الضعفاء کبیر میں ذکر کرنے یا جرح کرنے سے راوی مجروح ہو جاتا ہے تو پھر سر دست اس کا جواب دیجئے۔

بخاری شریف کا ایک راوی عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ ہے۔ امام عقیلی نے کتاب الضعفاء کبیر کے ج ۳، ص ۵۸ پر اس کا ذکر بھی کیا اور جرح بھی کی ہے۔ آپ بتائیں کہ عقیلی کے ضعفاء میں شمار کرنے سے بخاری شریف کے اس راوی کو آپ ضعیف مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں کیونکہ اس کو آپ کے امام عقیلی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی آپ اس کو اس لئے ثقہ مانتے ہیں کہ اوروں سے اس کی توثیق ثابت ہے تو پھر امام محمد پر بھی اس کی جرح قبول نہیں کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و تعدیل بھی اوروں سے ثابت ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اوراق میں اس کی تفصیل آئے گی۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ حدیث و نقد رجال کے مُسَلَّم امام ہیں اور یقیناً ثقہ ثبت ہیں لیکن آپ کے اس امام عقیلی نے امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کتاب الضعفاء الکبیر، ج ۳، ص ۲۳۵ پر درج کیا ہے اور اس پر جرح بھی کی ہے۔ آپ بتائیں کہ کیا عقیلی کی جرح علی بن المدینی پر آپ کو قبول ہے یا کہ نہیں اگر آپ کو عقیلی کی جرح امام علی بن المدینی پر قبول نہیں تو پھر ہمیں بھی امام عقیلی کی جرح امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر منظور نہیں یہ دو مثالیں پیش کی ہیں ورنہ عقیلی نے تو صحاح ستہ کے بہت سے رواۃ کو کتاب الضعفاء میں شمار کیا ہے۔

پھر زئی و ہابی صاحب نے لکھا ہے:

کہ حافظ ابن حبان نے کہا محمد بن الحسن الشیبانی صاحب الرائے اور مرجئی تھا اور اس کی طرف دعوت دیتا تھا اس نے سب سے پہلے اہل مدینہ پر رد کیا



اور اپنے ساتھی یعنی نعمان کی حمایت کی وہ عقل مند تھا حدیث میں کچھ چیز بھی نہیں جانتا تھا وہ ثقہ راویوں سے روایتیں بیان کرتا تھا اور ان میں سے اسے وہم ہوتا تھا جب یہ ادہام زیادہ ہو گئے تو کثرتِ خطا کی وجہ سے وہ متروک قرار دیئے جانے کا مستحق ہو گیا اور وہ اس ار جاء کا بڑا داعی تھا۔ (کتاب الحجر وحین، ج ۲، ص ۲۷۵-۲۷۶)

### اس پر راقم الحروف کا تبصرہ اور اس کا جواب:

پہلی یہ بات کہ امام محمد بن حسن مرتبی تھے یہ بالکل غلط اور بہتان ہے۔ اس پر امام ائمہ احناف کی کتب ہی گواہی کے لئے کافی ہیں۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ جو کہ حدیث و فقہ میں ثقہ صدوق ثبت حجت ہیں اور حدیث کے مُسَلِّم اماموں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردوں کے عقائد کے مطابق ایک کتاب لکھی ہے عقیدہ طحاویہ ان تمام خرافات کے رد کے لئے یہی ایک کتاب کافی ہے۔

اس میں دوسری بات یہ ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے اہل مدینہ کا رد کیا ہے۔ اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ اگر تو وہ دلائل پر مبنی ہے تو کچھ بُری بات نہیں ہے اس کے لئے امام محمد رحمہ اللہ کی ایک مستقل کتاب ہے بنام کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ، آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں تو آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے احادیث و آثار کی روشنی میں ہی ان سے اختلاف کیا ہے۔ تو یہ تو کوئی عیب کی بات نہ ہوئی۔

پھر اس میں مذکور ہے کہ امام محمد بن حسن رحمہ اللہ عقل مند تھے اور حدیث میں کچھ چیز نہیں جانتا تھا۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ نے امام محمد رحمہ اللہ کو عقل مند تو مان لیا، جب

عقل مند مان لیا ہے تو پھر عقل مند ہمیشہ اچھی چیزوں کو ہی منتخب کرتے ہیں سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔ باقی ابن حبان کا یہ کہنا کہ وہ کچھ چیز نہیں جانتا حدیث میں یہ بات بالکل غلط اور حقیقت کے خلاف ہے اس کے رد کے لئے امام محمد رحمہ اللہ کی کتابیں ہی کافی ہیں۔ پھر ابن حبان کا وہم کی وجہ سے اور اس میں کثرت ہونے کی وجہ سے آپ کو متروک قرار دینا یہ بھی غلط ہے۔ ابن حبان کو چاہیے تھا کہ وہ اس پر دلیل لاتا کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کو اتنی احادیث میں وہم ہوا ہے اور اس میں کثرت کو ثابت کرتا تو بات کسی حد تک معقول تھی مگر ابن حبان اس سے عاجز رہا اور دلیل نہ لاسکا، تو اس بے دلیل بات کو آپ نے کیسے غلط لیا ہے۔

دیکھئے ابن حبان نے ایک راوی ارفح بن سعید المدنی پر جرح کی ہے جو کہ صدوق اور ثقہ ہے اس کے متعلق ابن حبان کہتے ہیں کہ ثقات سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور اس کے ساتھ دلیل پکڑنا حلال نہیں ہے اور نہ ہی اس سے روایت کرنا حلال ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ ابن حبان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ابن حبان ثقہ راوی کو بھی عیب لگا دیتا ہے اور وہ ابن حبان نہیں جانتا کہ اس کے سر سے کیا نکل رہا ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۷۴۔

ایک راوی ابراہیم بن خالد ابو ثوالکھی ہے جس کو میزان میں ثقہ کہا گیا ہے اس کے بعد امام ذہبی فرماتے ہیں کہ:

واما ابو حاتم فتعننت وقال يتكلم بالارای فيخطی ويصيب وليس محله محل المسمعين في الحديث فهذا غلو من ابی حاتم سامحه الله

(میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۹)

امام ذہبی رحمہ اللہ ابو حاتم کی طرف سے اس پر جرح نقل کرنے بعد

فرماتے ہیں یہ ابو حاتم کی طرف سے غلو ہے۔

تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ثقہ صدوق راویوں کو بھی مجروح قرار دے دیتے ہیں جیسا سلوک انہوں نے دیگر ثقہ روایات کے ساتھ کیا وہی سلوک اس نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی کیا ہے جب دوسرے ثقہ راویوں کو ابن حبان مجروح کہے تو ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس کا رد بھی کرتے ہیں اور ان راویوں کی توثیق بھی کرتے ہیں۔

تو پھر ابن حبان جو کہ جرح کرنے میں غالی بھی ہے اور ثقہ راویوں کو مجروح بھی قرار دے دیتا ہے تو پھر امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی اس کی جرح مردود ہے۔ خاص طور پر جب کہ ابن حبان نے جو ترک کے بہانے بیان کیے ہیں اس پر ابن حبان ایک بھی دلیل پیش نہیں کر سکا۔

دیکھئے میزان الاعتدال میں مذکور ہے کہ احمد بن سلیمان ابو بکر العبادانی کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ خطیب سے ناقل ہیں کہ:

قال الخطيب رايته اصحابنا يغمزونه بلا حجة فاحاديثه كلها مستقيمة سوى حديث واحد۔ (میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۰۲)

خطیب نے کہا کہ میں نے اپنے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ اس راوی پر طعن کرتے تھے اور وہ طعن بلا دلیل ہے۔ اس لئے اس کی تمام احادیث مستقیم ہیں سوائے ایک حدیث کے۔ دیکھئے، خطیب اور ذہبی نے اس جرح کو کیوں رد کر دیا ہے اس لئے کہ یہ جرح بے دلیل ہے، ابن حبان کی امام محمد پر جرح بھی بے دلیل ہے لہذا مردود ہے۔

## پھر زنی وہابی نے لکھا ہے:

کہ جوز جانی (ناصری صدوق) نے کہا:

اسد بن عمرو وآبو یوسف و محمد بن الحسن واللؤلؤی قد فرغ  
اللہ منہم۔ (احوال الرجال، ص ۷۶-۷۷)

وہابی زنی صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔ اگر وہ اس کا ترجمہ  
کرتا پھر دیکھئے کہ وہ (قد فرغ اللہ منہم) سے کیا مراد لیتا ہے اور اس سے کیا  
مفہوم کشید کرتا ہے۔

پھر یہ گزارش ہے کہ یہ جملہ کون سی جرح میں شامل ہے جو چیزیں راوی  
میں سبب طعن ہیں کیا اس میں یہ جملہ بھی ہے اگر ہے تو ثابت کیا جائے اگر نہیں تو  
پھر اس کو جرح میں پیش کرنے کا کیا مقصد ہے۔

پھر یہ عبارت بھی متور معلوم ہوتی ہے، (احوال الرجال) میرے پاس  
موجود نہیں ہے اگر اصل کتاب ہوتی تو اس پر بھی مفصل جواب تحریر کرتا۔

## پھر وہابی زنی صاحب نے لکھا ہے:

کہ ابن شاہین نے اسے اپنی کتاب تاریخ اسماء الضعفاء والکذاہین اور  
..... میں ذکر کیا ہے۔

صرف ضعفاء میں ذکر کرنے سے راوی مجروح نہیں ہوتا اگر ہوتا تو پھر  
عقلی کی ضعفاء کبیر کے حوالہ سے یہ احقر العباد اس کی مثالیں بیان کر چکا ہے کہ  
امام عقلی نے عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ جو کہ بخاری شریف کا راوی ہے اس کو ضعفاء  
میں شمار کیا ہے، تو کیا اس سے آپ بخاری کے اس راوی کو ضعیف سمجھنے کے لئے

تار ہر ۱۔

پھر دوسری مثال اس احقر نے امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کی دی ہے۔  
 اس امام کو بھی عقلی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ تو کیا اس سے امام علی بن المدینی رحمہ اللہ ضعیف سمجھے جائیں گے؟  
 بس اسی طرح ابن شاہین کا امام محمد بن الحسن شیبانی رحمہ اللہ کو ضعفاء میں  
 شمار کرنا ان کو ضعیف نہیں بنادے گا جب کہ ان کی جلالت شان مُسَلَّم ہے۔

پھر زئی وہابی نے لکھا ہے:

کہ خلاصۃ التحقيق محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی کو درج محدثین کرام نے  
 ضعیف و مجروح قرار دیا ہے۔ (۱) یحییٰ بن معین (۲) احمد بن حنبل (۳) النسائی  
 (۴) ابوزرعہ رازی (۵) عمرو بن علی الفلاس (۶) ابن حبان (۷) العقیلی (۸)  
 جوزجانی (۹) ابن شاہین رحمہم اللہ اجمعین۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

گذشتہ اوراق میں دلائل کے ساتھ اور بطریق مفصل ان تمام کی  
 عبارتوں پر گفتگو ہو چکی ہے اور ان بزرگوں کی طرف منسوب کلمات کے جوابات  
 اور مکمل تشریح ہو چکی ہے، جس سے واضح ہو چکا ہے کہ امام محمد بن الحسن شیبانی رحمہ اللہ  
 پر سب جرمیں باطل اور مردود ہیں۔ لہذا ناقابل اعتبار ہیں زئی کا ان کو امام محمد  
 کے جارحین میں شمار کرنا بالکل غلط ہے۔

پھر زئی وہابی نے لکھا ہے:

کہ امام ابن المدینی امام شافعی اور دیگر علماء سے مروی ایک ایسی روایت  
 بھی ثابت نہیں ہے جس میں محمد بن الحسن کو ثقہ یا صدوق لکھا گیا ہو امام دارقطنی  
 اور امام ذہبی کے اقوال جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

## اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

زنی کی یہ بات بھی بالکل غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ امام علی بن المدینی نے امام محمد کو صدوق کہا ہے۔ تاریخ بغداد اس پر جو زنی نے اعتراض کیا ہے گذشتہ اوراق میں دلائل صحیحہ کے ساتھ مفصل اس اعتراض کا جواب ہو چکا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: واما الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فاحتجہ بمحمد بن الحسن فی الحدیث۔

(مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی، ص ۵۹)

اور امام شافعی نے (امام) محمد بن الحسن کے ساتھ حدیث میں دلیل پکڑی ہے۔ ظاہر ہے جو محدث کسی کے ساتھ دلیل پکڑتا ہے یقیناً وہ اسے ثقہ صدوق ہی سمجھتا ہے، اگر وہ اسے ثقہ صدوق نہ سمجھتے تو ہرگز امام محمد بن الحسن کے ساتھ دلیل نہ پکڑتے، لہذا یہ بھی زنی صاحب کا جھوٹ ہوا۔

امام دارقطنی کو امام جرح و تعدیل جاننے والا، امام ذہبی کو رجال میں استقرائے تام کا قائل زنی اب ان اماموں سے کیوں منہ پھیر گیا ہے، اب ان سے ناراض کیوں ہو گیا ہے اور ان کے اقوال کو مردود تک کہہ گیا ہے اس لئے کہ ان بزرگوں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں چند کلمات تعریف کہہ دیئے ہیں جس کی زنی صاحب کو بڑی تکلیف ہے اس تکلیف سے دوچار ہو کر بیچارہ زنی۔ امام ذہبی اور امام دارقطنی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ اسے کہتے ہیں تعصب اور غالی پن اور بغض و عناد سے بھرا ہوا ہونا۔ باقی جمہور کا نام لے کر یہ سب کچھ کہا ہے۔ کون سے جمہور جن کو زنی نے جمہور کہا ہے ان تمام کی جرحیں باطل ثابت ہو چکی ہیں۔ تو پھر یہ بہانہ بھی خاک میں مل گیا۔

## پھر زنی وہابی نے لکھا ہے:

تنبیہ: نصب الراہ للذہبی میں امام دارقطنی کی کتاب غرائب مالک سے ایک قول کانٹ چھانٹ کر نقل کیا گیا ہے جب تک اصل کتاب غرائب مالک یا اس سے منقول پوری عبارت نہ دیکھی جائے اس متبور (آدھ کٹے) قول سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ زاہد الکوثری صاحب وغیرہ اس متبور و مقطوع قول پر بغلیں بجا بجا کر خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں مثلاً دیکھئے تانیب الخطیب، ص ۱۷۸-۱۸۰۔ حالانکہ اگر یہ قول اسی طرح من وعن غرائب مالک میں دستیاب بھی ہو جائے تو امام ابن معین و امام احمد وغیرہا کی جرح کے مقابلے میں مردود ہے۔

## اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

مذکورہ عبارت میں زنی وہابی نے امام زیلعی رحمہ اللہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ امام زیلعی نے یہ آدھی کٹی ہوئی عبارت پیش کی ہے۔ پھر زنی کہتا ہے کہ اگر یہ عبارت من وعن اسی طرح غرائب مالک میں مل بھی جائے تو پھر بھی مردود ہے۔ یہ ہے آپ کی بدینتی حضرت جب آپ نے پختہ ارادہ ہی کر لیا ہے کہ امام محمد بن الحسن شیبانی رحمہ اللہ کے بارے اگر کسی امام کی توثیق بھی ملے گی تو میں اس کو رد ہی کروں گا تو حضرت پھر آپ کو کون منوا سکتا ہے، آپ کی یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ آپ کوئی منصف مزاج عادل شخص نہیں بلکہ ضدی اور حق سے منحرف ہونے والے ہیں اور آپ بغضِ احناف میں بھرپور ہیں۔ حضرت یہ تو بیان فرمائیں کہ یہ قاعدہ کس محدث نے بیان کیا ہے کہ امام احمد اور ابن معین کے تقابل میں امام دارقطنی کی بات مردود ہوگی۔ (فاتوا برہانکم ان کنتم صادقین)۔

پھر گزشتہ صفحات میں امام ابن معین اور امام احمد رحمہما کی عبارات کے مکمل شافی وافی مدلل جوابات ہو چکے ہیں، لہذا امام دارقطنی کا قول معتبر ہے اور لائق استناد ہے۔

پھر آپ نے جو امام زیلیعی پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے آدمی عبارت نقل کی ہے، شاید آپ امام زیلیعی کو نہیں جانتے کہ وہ کون ہیں اور کس حیثیت کے ہیں۔ آپ کے محدث نواب صدیق حسن خاں صاحب اتحاد النبلاء، ص ۳۶۔ میں امام زیلیعی کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں دھوکیر الانصاف۔ کہ امام زیلیعی رحمہ اللہ بہت زیادہ انصاف کرنے والے ہیں۔ آپ کے محدث شمس الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود شرح ابوداؤد میں امام زیلیعی کو لکھتے ہیں۔ وهو من اهل الانصاف۔ کہ امام زیلیعی رحمہ اللہ اهل انصاف سے ہے۔

امام ابوالفضل رحمہ اللہ ذیل طبقات الحفاظ للذہبی میں فرماتے ہیں۔ الزیلیعی، عبد اللہ بن یوسف بن محمد بن ایوب بن موسیٰ الحنفی الفقیہ الامام الحافظ۔ ذیل طبقات الحفاظ للذہبی۔

مؤلف امام سیوطی رحمہ اللہ، ج ۵، ص ۸۸)

امام ابوالفضل مکی رحمہ اللہ نے امام زیلیعی کو فقیہ امام حافظ قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی ذیل طبقات الحفاظ للذہبی کے ج ۵، ص ۲۳۹ پر امام زیلیعی رحمہ اللہ کو۔

امام، فاضل، محدث، مفید کے القابات سے ملقب کرتے ہیں۔ تو حضرت آپ کی آنکھوں پر تو تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپ کو یہ سب کچھ نظر نہیں آتا۔



زنی صاحب جس عبارت کو آپ نے مقبور کہا ہے اس کا نقل کوئی اناڑی نہیں بلکہ حدیث کا امام اور نقد و رجال پر مہارت تامہ رکھنے والے نے وہ عبارت نقل کی ہے اور وہ عبارت اپنے مدلول میں بالکل صریح اور واضح ہے۔ اس میں کسی طرح کا بھی کوئی ابہام نہیں ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سے امام یحییٰ اندلسی رحمہ اللہ نے جو رفع یدین کی روایت بیان کی ہے اس میں رکوع جاتے وقت کا رفع یدین منقول نہیں ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ اس رفع یدین کو یعنی رکوع جاتے وقت رفع یدین کو بطریق امام مالک رحمہ اللہ ثابت کرتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ثقات حفاظ کی ایک پوری جماعت نے رکوع جاتے وقت رفع یدین امام مالک سے روایت کیا ہے اور ان ثقات حفاظ میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ تو بات تو بالکل واضح ہے کہ یہ عبارت مقبور نہیں بالکل اپنے مطلب کو ظاہر کرنے میں مکمل ہے۔ باقی نہ ماننے کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت عطا کر دے۔

### پھر زنی وہابی نے لکھا ہے:

تنبیہ بلخ، حافظ ذہبی نے گیارہ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ترجمہ امام محمد بن الحسن الشیبانی لکھا ہے جس میں شیبانی مذکور کی توثیق پر ایک صحیح یا حسن روایت بھی موجود نہیں اسی طرح کوثری صاحب کا رسالہ محمد بن حسن شیبانی مطبوعہ آخر تانیب الخطیب، ص ۱۸۰-۱۸۶ بھی شیبانی مذکور کی صریح و ثابت توثیق سے خالی ہے بعد والے شیبانی کا دفاع کرنے والے سب لوگ انہی دونوں کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔

## اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

یہی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ نے ذہبی کے رسالہ کا انکار نہیں کر دیا، آپ نے مان لیا ہے کہ یہ رسالہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہے۔ باقی رہا کہ آپ کو اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و تعدیل نظر نہیں آئی تو حضرت جب آپ نے آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھی ہوئی ہے تو پھر آپ کو کیسے نظر آئے اس رسالہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعدیل پر اتنے الفاظ ہیں کہ جن کے بعد کسی منصف مزاج آدمی کے لئے انکار کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے امام ہیں جن کی امامت فی الدین مسلم ہے اور آپ جلیل القدر ائمہ کے شاگرد اور جلیل القدر ائمہ کے استاد ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ سے چند اقتباسات بھی پیش کر دیئے جائیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ترجمہ شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هذه ترجمة الامام محمد بن الحسن الشيباني

(مناقب الامام وصاحبه، ص ۵۰)

یہ ترجمہ امام محمد بن حسن شیبانی کا ہے۔

## اس پر راقم کا کچھ تبصرہ:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن حسن شیبانی کا ذکر کرتے ہوئے لفظ امام کے ساتھ موصوف کرتے ہیں۔ محدثین اور خصوصاً نقد و رجال کے آئمہ کا کسی کو وصف امام کے ساتھ موصوف کرنا یہ ان کی طرف سے بہت بڑی تعدیل ہوتی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد نقد و رجال کے ماہر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں اس کی وضاحت کی ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ مراتب تعدیل بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ، سبق، حجت، ثبوت، متقن، امام، یہ تعدیل میں سے ہیں۔ (فتح المغیث، ج ۱، ص ۳۹۵، مطبوعہ بیروت لبنان)

پھر امام ذہبی فرماتے ہیں:

سمع ایضاً، محمد بن حسن نے ان حضرات سے بھی سماع کیا ہے، مسعر بن کدام، مالک بن مغولہ، عمر بن ذر الہدانی، سفیان الثوری، والاوزاعی، و مالک بن انس ولازم مالک امدہ وانتہت الیہ ریاسة الفقه بالعراق بعد ابی یوسف و تفقه بہ ائمة و صنف التصانیف و کان من اذکیاء العالم۔

(مناقب الامام وصاحبہ، ص ۵۰)

امام محمد کے اساتذہ میں امام ذہبی نے امام مالک کو خصوصی طور پر ذکر کیا ہے کہ محمد بن حسن شیبانی نے امام مالک سے صرف سماع ہی نہیں کیا بلکہ ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے تو امام مالک کی خدمت میں امام محمد بن حسن کا رہنا ایک مدت تک بیان کیا ہے لیکن حضرت آپ تو امام محمد کے موطا شریف کو جعلی کہتے ہیں اور ذرا بھی نہیں شرماتے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے آخر میں موطا امام محمد اور آپ کی دیگر کتب پر بھی مفصل بحث ہوگی۔

پھر امام ذہبی نے اس میں ایک خاص اشارہ دیا ہے جس کو آپ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ذہبی کا فرمان: تفقه بہ ائمة و صنف التصانیف و کان من اذکیاء العالم۔ کہ (بہت) سے اماموں نے محمد بن حسن سے (دین) کی فقہ حاصل کی ہے اور آپ نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں (جن کے آپ منکر ہیں زنی صاحب) اور محمد بن حسن جہان کے اہل ذکاوت میں سے ہیں۔

امام ذہبی تو گواہی دیتے ہیں اور بالجزم لکھتے ہیں کہ آپ نے بہت سی

کتب تصنیف کی ہیں لیکن آپ نے تو امام محمد کی کتابوں کا ہی انکار کر دیا ہے۔  
 پھر امام ذہبی نے آپ کو اذکیاء عالم سے بیان کیا ہے، کسی امام حدیث و  
 فقہ کے لئے ذکی ہونا بھی ضروری ہوتا ہے، اگر وہ ذکی نہیں ہوگا تو حدیث و فقہ کو  
 سمجھ نہیں پائے گا اگر یہ تعریفی کلمات نہیں ہیں تو پھر اس کا جو الٹ ہے غبی کیا وہ  
 آپ اپنے لئے پسند فرمائیں گے، کیا ہمیں اس بات کی اجازت دیں گے کہ ہم یہ  
 کہیں کہ زکی صاحب ذکی نہیں ہیں بلکہ غبی ہیں۔ (فانہم و تدبر)

پھر امام ذہبی فرماتے ہیں:

روی عنہ الشافعی، وابو عبید القاسم بن سلام و هشام بن عبید اللہ  
 الرازی، و علی بن مسلم الطوسی، و عمر بن ابی عمرو، و یحییٰ بن معین و  
 محمد بن سماعہ، و یحییٰ بن صالح الوحاظی و آخرون۔

(مناقب الامام وصاحبہ للذہبی، ص ۵۰)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو بھی  
 امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ لیکن زکی صاحب  
 آپ تو امام شافعی کی امام محمد کی شاگردی کے منکر ہیں لیکن ذہبی نے زوی عنہ  
 الشافعی کہہ کر آپ کی تردید کر دی ہے۔ (اور جو کہتے ہیں کہ امام محمد کی حدیث سے  
 محدثین مستغنی ہیں)۔

آپ کا یہ جھوٹ بھی ظاہر ہو گیا۔ اگر محدثین کرام آپ کی حدیث سے  
 مستغنی تھے تو کیا یہ محدثین نہیں ہیں جنہوں نے آپ سے روایت کی ہے۔ امام  
 شافعی، ابو عبید قاسم بن سلام، علی بن مسلم طوسی، عمر بن ابی عمر، یحییٰ بن معین، محمد بن  
 سماعہ، یحییٰ بن صالح وغیرہ۔ ذہبی کا فرمان آپ کی تردید کرتا ہے اور محدثین کی امام

محمد کی طرف احتیاج کو ثابت کرتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مسند میں حدیث ص ۱۵۶۱، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶ پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے احادیث نقل کی ہیں اسی طرح کتاب الام میں بھی کئی روایات آپ سے بیان کی ہیں۔  
امام حاکم نے مستدرک مع تلخیص ذہبی حدیث نمبر ۷۹۹۰ امام محمد بن حسن کی روایت سے بیان کی ہے جس کی سند اس طرح ہے۔

حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب عودا على بدء ثنا الربيع بن سليمان ثنا الشافعي انباء محمد بن الحسن عن ابي يوسف عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر رضى الله عنهما ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال الولاء لحمه كالحمة النسب لا تباع ولا توهب بيان کی ہے۔ اور اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اسی طرح امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ جس کی سند میں امام محمد بن الحسن موجود ہے، صحت حاکم اور صحت ذہبی پر تبصرہ مفصل آئندہ اور اق میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ سر دست اتنا ہی عرض کرنا مقصود ہے کہ زنی وہابی کا یہ جھوٹ ہے کہ محدثین امام محمد بن حسن کی حدیث سے مستغنی ہیں۔ واضح ہوا کہ حاکم جیسے محدث کو بھی امام محمد کی احتیاج ہے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ابو عبید سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:  
ما رايت اعلم بكتاب الله من محمد بن الحسن۔

(مناقب الامام وصاحبه للذہبی، ص ۵۰)

میں نے محمد بن حسن سے قرآن کا بڑا عالم نہیں دیکھا۔

شاید آپ اس کو بھی تعریف و تعدیل نہیں سمجھتے۔ اگر قرآن کا عالم اور وہ بھی سب سے بڑا عالم ہونا اگر یہ بھی تعریف نہیں ہے تو پھر کون سی تعریف ہے۔ اگر یہ تعریف نہیں ہے تو پھر آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم آپ کے متعلق یہ کہیں

کہ زنی صاحب بالکل قرآن کے علم سے کورے ہیں۔ مگر آپ اس سے ناراض بھی ہوں گے اور اسے پسند بھی نہیں کریں گے۔

تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۵ پر اس کی سند یوں ہے۔

اخبرنا علی بن ابی علی قال انبانا طلحة بن محمد قال حدثنی مکرم بن احمد قال نا احمد قال نا احمد بن عطیة قال سمعت ابا عبيد يقول مارایت اعلم بکتاب الله من محمد بن الحسن۔

امام صمیری کی کتاب ابو حنیفہ واصحابہ، ص ۱۲۳ پر اس کی سند اس طرح ہے:

اخبرنا عبد الله بن محمد البزاز قال ثنا مکرم قال ثنا ابن المغلس قال ثنا ابو عبيد قال سمعت الشافعی يقول انی لا عرف الاستاذیة علی لمالك ثم لمحمد بن الحسن قال ابو عبيد مارایت احدا اعلم بکتاب الله من محمد بن الحسن۔

اس کے پہلے راوی صمیری ہیں تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۷۸-۷۹ میں کو صدوق لکھا ہے۔ دوسرے راوی عبد اللہ بن محمد البرار ہیں۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۴۹۳ پر ان کو شیخ کہا ہے۔ (شیخ کا لفظ بھی تعدیل میں استعمال ہوتا ہے) تیسرے راوی ہیں مکرم بن احمد القاضی البرار تاریخ بغداد، ص ۱۲ میں ہے، ترجمہ نمبر ۷۹۰ کہ اس سے ابو الحسن بن زرقویہ، اور ابو الحسن القطان اور ابو علی بن شاذان اسے روایت کرتے ہیں۔ گذشتہ صفحات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت کر دیں اس سے اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے لیکن خطیب نے اس کو ثقہ بھی قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں وکان ثقہ۔ چوتھے راوی ہیں ابن مغلس۔

علامہ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ الجواہر المفیہ ص ۴۹ پر ان کا ذکر کرتے ہیں

اور ان کو فقیہ قرار دیتے ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ شعب الایمان، ج ۴، ص ۲۶۷ پر ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حلیۃ الاولیاء میں، ج ۸، ص ۳۴۳ پر ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابو عبید، یہ قاسم بن سلام ہیں اور ثقہ ہیں۔ امام حزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال، ج ۲۳، ص ۳۵۸ پر امام یحییٰ بن معین اور امام ابو داؤد سے ان کا ثقہ ہونا بیان کرتے ہیں اور امام دارقطنی سے بھی ان کا ثقہ ہونا بیان کرتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا ایک شاہد بھی ذکر کیا ہے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ادیس بن یوسف القراطیسی سمعت الشافعی یقول مارایت اعلم بکتاب اللہ من محمد کانه علیہ نزل۔ مناقب الامام وصاحبہ للذہبی، ص ۵۱ ادیس بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے (امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے محمد بن حسن سے بڑا قرآن کا عالم نہیں دیکھا۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الطحاوی سمعت احمد بن ابی داؤد المکی سمعت حرملة بن یحییٰ سمعت الشافعی یقول ..... وقد کتبت عنه حمل بختی۔

امام حرملة بن یحییٰ نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم لکھا ہے۔ پھر امام ذہبی نے اس کا ایک متابع بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

محمد بن اسماعیل الرقی نا الربیع نا الشافعی قال حملت عن محمد بن الحسن حمل بختی کتبنا وما ناظرت احدا الا تغیر وجهه ما خلا محمد بن الحسن۔

پھر امام ذہبی نے اس کا ایک اور متابع ذکر کیا ہے۔ وہ اس طرح ہے۔

ابی جاتم نا الربیع سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد بن الحسن حمل بختی لیس علیہ الاسماعی (مناقب الامام وصاحبہ للذہبی، ص ۵۱)  
اسی روایت کو حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے الاتقاء کے ص ۱۱۹ پر اس سند کے ساتھ درج کیا ہے۔ حدثنا خلف بن قاسم قال نا الحسن بن رشیق قال نا محمد بن یحییٰ الفارسی قال انا الربیع بن سلیمان قال سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد بن الحسن حمل بختی ومرة قال وقر بعیر لیس علیہ الاسماعی۔

تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۶ پر اس کی سند اس طرح ہے۔ خطیب نے کہا:  
اخبرنا محمد بن احمد بن رزق قال انبانا عثمان بن احمد الرقاق  
قال انبانا محمد بن اسماعیل الثمار الرقی قال حدثنی الربیع قال سمعت  
الشافعی یقول حملت عن محمد بن الحسن وقر بختی کتبا ○  
امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی سند کی توثیق و تعدیل بیان کی جاتی ہے۔ امام  
ابن عبدالبر بالاتفاق ثقہ ثبت ہیں۔

دوسرے راوی ہیں خلف بن قاسم۔ امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ  
دمشق، ج ۱، ص ۱۴ پر ان کا ذکر فرمایا اور اس کے شاگردوں میں امام ابن عبدالبر  
کا بیان کیا اور اس کے استادوں میں حسن بن رشیق کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ان کے  
بارے میں فرماتے ہیں۔ کان محدثا مکثر حافظا۔

پھر امام ابن عبدالبر سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، وکان عن  
اعلم الناس ہر جال الحدیث۔ (وہ محدث الاندلس فی وقتہ، ج ۱، ص ۱۵)  
پھر ابو الولید عبداللہ بن محمد الفرضی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا  
وکان حافظا للحدیث عالما بطرقہ۔



تیسرے راوی ہیں۔ الحسن بن رشيق۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۰۷ پر مفصل ترجمہ کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ووثقہ جماعة وانكر عليه الدارقطني وقد وثقه الدارقطني في مواضع وروى عنه في غرائب مالك حديثا فردا وقال عنه شيخنا ثقة لا باس به۔

منصور بن علی نے کہا۔ حسن بن رشيق ثقہ ہے۔ ابو العباس النخاس نے کہا حسن بن رشيق ثقہ ہے۔ (لسان الميزان، ج ۲، ص ۲۰۷)

چوتھے راوی ہیں۔ محمد بن یحییٰ الفارسی۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کتاب الانتقاء، ص ۱۱۸، ۱۳۸، ۱۶۰ پر اس سے روایات بیان کی ہیں، اس کا ترجمہ مجھے نہیں ملا۔

پانچویں راوی ہیں ربیع بن سلیمان۔ امام مزی رحمہ اللہ نے آپ کے اساتذہ میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ قال ابو سعید بن یونس كان ثقة وقال ابو بكر الخطيب كان ثقة۔

(تہذیب الکمال، ج ۹، ص ۸۶)

تاریخ بغداد کی سند اس کی متابع ہے۔ لہذا یہ سند بھی درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔

تو واضح ہوا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ تو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ وہ شخصیت ہیں کہ امام محدث مجتہد شافعی رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر امام نے بھی ان سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے وہ لکھ کر اور سماع کر کے۔ اب اونٹ کے بوجھ کے برابر علم کتنا ہوگا اگر اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم دی ہے تو آپ کو اندازہ ہو جانا چاہیے کہ امام محمد رحمہ اللہ کیسی عظیم علمی شخصیت ہیں۔ اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کا امام محمد رحمہ اللہ کا شاعر ہونا بھی واضح ہے جس کا

زنی نے انکار کیا ہے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

برایت عباس بن محمد کہ میں نے ابن معین سے سنا وہ فرماتے ہیں  
کتبت عن محمد بن الحسن الجامع الصغير۔ مناقب الامام وصاحبه للذهبي،  
ص ۵۱ کہ میں نے محمد بن الحسن نے ان کی کتاب جامع صغير لکھی ہے۔  
اس کی سند کو زنی وہابی نے خود صحیح تسلیم کیا ہے، بطریق تاریخ بغداد۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ حدیث وفقہ و نقد رجال کی مسلم شخصیت ہیں۔  
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت لا کر ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام محمد بن حسن وہ جلیل  
القدر شخصیت ہیں کہ امام یحییٰ بن معین جیسے جلیل القدر امام بھی محمد بن حسن کے  
دروازے پر نظر آتے ہیں اگر یحییٰ بن معین، امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو قابل اعتماد  
ولائق استناد نہ جانتے تو ان سے ان کی کتاب جامع صغير کیوں لکھتے۔ تو امام یحییٰ  
بن معین کا امام محمد بن حسن سے ان کی کتاب الجامع الصغير لکھنا یہ ابن معین کی  
طرف سے امام محمد کی بہت بڑی تعدیل ہے لیکن حاسدوں اور متعصب لوگوں کو نظر  
نہ آئے یا سمجھ نہ آئے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بروایت محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکیم وغیرہ ثنا الشافعی قال  
قال محمد بن الحسن اقامت علی باب مالک ثلاث سنين و سمعت منه لفظا  
سبعمانه حدیث و لیفا ثم قال الشافعی کان محمد بن الحسن اذا حدثهم

عن مالك امتلا منزله وكثروا حتى يضيق بهم الموضع .....  
(مناقب الامام وصاحبه الذئبي، ص ۵۲)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ (امام) محمد بن حسن نے فرمایا کہ میں (امام) مالک کے دروازے پر تین سال تک رہا، اور خود ان کے اپنے لفظ سے سات سو سے زیادہ حدیثیں میں نے (امام) مالک سے سنی ہیں۔ (امام) شافعی نے فرمایا کہ محمد بن حسن جب امام مالک سے روایت کرتے تھے تو ان کا مکان لوگوں سے بھر جاتا تھا۔ اس روایت پر جو اعتراض زنی نے کیا ہے کہ گذشتہ صفحات میں اس کا مفصل جواب ہو چکا ہے، تکرار کی ضرورت نہیں ہے یہاں اس سے کچھ زائد عرض کر دیتا ہوں۔

اگر بالفرض تاریخ بغداد کی سند قابل اعتراض ہے تو اس کا ایک متابع بھی موجود ہے، علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کتاب الانتقاء کے صفحہ ۵۷ پر اس کا ایک متابع بھی ذکر کیا ہے، جس کی سند اس طرح ہے۔ حدثنا خلف بن قاسم قال انا الحسن بن رشيق قال نا محمد بن يحيى الفارسي قال نا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال سمعت الشافعي يقول۔ قال محمد بن الحسن ائمت عند مالك بن انس ثلاث سنين وكسرا وكان يقول انه سمع منه لفظا اكثر من سبعة مئة حديث وكان اذا حدثهم عن مالك امتلا منزله وكثروا حتى عليه حتى يضيق بهم الموضع ..... (كتاب الانتقاء، ص ۵۷)

اس سند کی توثیق و تعدیل پیچھے قریب ہی گزر چکی ہے، سوائے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ ان کو امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں شمار فرماتے ہیں اور ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ كان فليها جليلا لبيلا وجيها في زمانه۔ (كتاب الانتقاء، ص ۱۷۵)

علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال، ج ۲۵، ص ۴۹۷ پر ان کو فقیہ فرماتے ہیں اور ج ۲۵، ص ۴۹۹ پر فرماتے ہیں۔ قال النسائی ثقة وقال فی موضع آخر لاباس به وقال عبد الرحمن بن ابی حاتم کتبت عنه وهو صدوق ثقة احد فقهاء مصر۔ وقال ابو سعید بن یونس کان المفتی بمصر فی ایامہ ○ امام نسائی نے فرمایا محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم۔ ثقہ ہے اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں اور عبد الرحمن بن ابی حاتم نے فرمایا۔ میں نے اس سے لکھا ہے یہ ثقہ صدوق (سچا) ہے۔ ابن یونس نے کہا یہ اپنے دور میں مصر کا مفتی تھا۔

یہ سند بھی اپنے متابع سے مل کر درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔ اس سند حسن سے واضح ہوا کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنی ہیں (بصورت مؤطا شریف) جس کا زنی انکار کرتا ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ محدثین علماء کرام امام محمد بن حسن کی حدیث سے مستغنی نہ تھے بلکہ اس قدر بکثرت آپ کے پاس احادیث کے سماع کے لئے حاضر ہوتے تھے حتیٰ کہ وہ جگہ بھی تنگ ہو جاتی تھی۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ روایت لا کر ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کتنے کثیر ہیں اور محدثین کس محبت سے آپ کی احادیث کو سنتے تھے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے:

بطریق ابراہیم الحاربی بیان کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ یہ باریک مسائل آپ نے کہاں سے لئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ من کتب محمد بن الحسن، کہ (امام) محمد بن حسن کی کتابوں سے لئے ہیں۔  
(مناقب الامام وصاحبہ لا ذہبی، ص ۵۴)

امام ذہبی رحمہ اللہ یہ روایت اس لئے لائے ہیں کہ واضح ہو جائے کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ وہ جلیل القدر امام ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسی شخصیات بھی ان کی کتب سے مستفیض ہیں اور یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام محمد کے بارے میں اچھے خیالات رکھنے والے ہیں۔ اگر آپ ان کے بارے میں اچھے خیالات نہ رکھتے تو ہرگز آپ کی کتابوں سے استفادہ نہ کرتے۔ زنی وہابی نے جو اس پر اعتراض کیا ہے کہ ابوبکر القراطیسی کی توثیق نامعلوم ہے، اس کا مفصل جواب مع رد گزر چکا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس کے آٹھ شاگرد گئے ہیں جن میں سے اکثر صدوق وثقہ ہیں اور ان میں امام ابو الحسن دارقطنی بھی شامل ہیں یعنی ابوبکر القراطیسی جسے آٹھ آدمی روایت کرنے والے امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے گئے ہیں اور امام حافظ سخاوی رحمہ اللہ فتح المغیث پر فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی نے فرمایا جس سے دو ثقہ آدمی روایت کر دیں اس سے اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔ تو اس ضابطے سے بھی اس کا ثقہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے لہذا یہ روایت بھی صحیح ہے۔

پھر امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

بطریق ابن کاس النخعی ثنا احمد بن حماد بن سفیان ثنا الربیع بن سلیمان سمعت الشافعی بقول ما رأیت اعقل ولا أفه ولا ازهد ولا اروع ولا احسن نطقاً وایراداً من محمد بن الحسن (قال لذہبی) قلت لم یرو هذا عن الربیع الا احمد بن حماد وهو قول منکر۔

(مناقب الامام وصاحبہ للذہبی، ص ۵۵)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن حسن

سے زیادہ عقل مند زیادہ فقیہ اور زاہد اور پرہیزگار نہیں دیکھا۔ ذہبی نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ربیع سے اس کو صرف احمد بن حماد نے ہی اس کو روایت کیا ہے اور وہ قول منکر ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کا اس کو قول منکر قرار دینا درست نہیں کیونکہ احمد بن حماد بن سفیان ابو عبد الرحمن الکوفی القرشی ثقہ ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۱۲۴ پر فرمایا ہے۔ وکان ثقہ۔ کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ و ذکرہ الدارقطنی فقال لا باس بہ۔ اور دارقطنی نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس پر جرح کا ایک لفظ بھی بیان نہیں کیا۔ تو جب یہ ہے ہی ثقہ اور سچا آدمی تو پھر اس کی روایت قبول نہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر تو امام ذہبی رحمہ اللہ کی مراد اس سے تفرد ہے (اور یقیناً یہی ہے) تو حرج نہیں ہے کیونکہ یہ راوی ثقہ صدوق ہے اور ثقہ، سچے آدمی کی بات معتبر ہوتی ہے اور تسلیم کی جاتی ہے۔ اب زئی کی مرضی ہے کہ ثقہ آدمی کی بات کو مان لے یا انکار کر دے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔

اس روایت سے جو نتائج اخذ ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔

- (۱) بقول امام شافعی رحمہ اللہ، امام محمد بن حسن شیبانی سب سے بڑے فقیہ ہیں
  - (۲) سب سے زیادہ عقل مند ہیں۔
  - (۳) سب سے بڑے زاہد ہیں۔ (زاہد جھوٹے نہیں ہوتے بلکہ سچے ہوتے ہیں)
  - (۴) سب سے بڑے متقی ہیں۔ (متقی کے لئے سچا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے)
- لہذا آپ پر کذب کی تمام جرحیں باطل و مردود ہیں۔

پھر امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دارقطنی نے کہا محمد بن حسن میرے

زردیک ترک کا مستحق نہیں ہے۔ کذاب ہر طرح ترک کا مستحق ہوتا ہے۔ امام دارقطنی نے آپ کے لئے یہ الفاظ فرما کر آپ پر کذب کی تمام جروحات کو رد کر دیا ہے۔

اور پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

واما الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فاحتج بہ محمد بن الحسن فی الحدیث۔ مناقب الامام وصاحبہ للذہبی، ص ۵۹ اور بہر حال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ حدیث کی روایت میں آپ کے ساتھ دلیل پکڑی ہے۔ ظاہر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل پکڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے زردیک بھی امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ صدوق ہیں اگر آپ ان کو ثقہ و صدوق نہ جانتے تو آپ کے ساتھ دلیل نہ پکڑتے اور اس کی گواہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے اور اس پر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے انکار نہیں فرمایا۔ زکی نے تو کہا تھا کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جو آپ کے حالات پر جزء لکھا ہے اس میں آپ کی تعدیل بروایت حسن یا صحیح موجود نہیں ہے۔ احقر نے جتنی تفصیل سے عرض کر دیا ہے ایک منصف مزاج کے لئے اس میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کافی حد تک تعدیل و تعریف موجود ہے۔ جو نہ مانے اس کی اپنی مرضی ہے لیکن الحمد للہ تعالیٰ اس پر دلائل ضرور قائم کر دیئے ہیں۔

امام محدث فقیہ صدوق صمیری رحمۃ اللہ علیہ نے:

اپنی کتاب ابو حنیفہ واصحابہ میں فرمایا ہے کہ:

اخبرنا ابو عبید اللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المرزبان قال ثنا ابو بکر احمد بن کامل القاضي قال ابو عبد اللہ محمد بن الحسن صاحب

ابی حنیفہ مولیٰ لبنی شیبان و کان موصوفاً بالکمال و كانت منزلة فی کثرة الروایة والرأی والتصنیف لفنون علوم الحلال والحرام منزلة رفیعة، یعظمه اصحابه جداً ○ (ابو حنیفہ و اصحابہ، ص ۱۲۰)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکر احمد بن کامل قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کمال کے ساتھ موصوف ہیں اور کثرتِ روایت اور (اچھی) رائے اور تصانیف میں اور حلال و حرام کے علوم و فنون میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے اور آپ کے تمام شاگرد سنا سنا ہی آپ کی تعظیم کرتے تھے۔

اس سند کے پہلے راوی امام ابو عبد اللہ حسین بن علی قاضی الصمیری رحمہ اللہ ہیں۔ یہ خطیب بغدادی کے استاد ہیں جیسا کہ خود خطیب نے وضاحت کی ہے اور خطیب نے ان کو صدوق (سچا) کہا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۷۸-۷۹)

دوسرے راوی ہیں۔ ابو عبید اللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المدزبانی خطیب نے تاریخ بغداد میں ان کے تشیع کے باوجود ان کا ثقہ ہونا بیان کیا ہے۔ و کان ثقة فی الحدیث۔ (تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۳۶)

اس سند کے تیسرے راوی ہیں، ابو بکر احمد بن کامل قاضی۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں۔ و کان من العلماء بالاحکام و علوم القرآن والنحو والشعر و ایام الناس و تواریخ اصحاب الحدیث وله مصنفات۔

(تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۳۵۷)

یہ ان علماء میں سے ہیں جو احکام و علوم قرآن اور علم نحو، شعر اصحاب الحدیث کی تواریخ کا علم رکھتے ہیں۔ خطیب نے کہا کہ میں نے ابوالحسن بن رزقویہ کو سنا انہوں نے احمد بن کامل کا ذکر کیا تو فرمایا۔ لم تر عینای مثله۔

(تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۳۵۷)



کہ میری آنکھوں نے احمد بن کامل قاضی کی مثل کوئی نہ دیکھا ہے۔  
 اگرچہ خطیب نے دارقطنی سے ان کا تسابُل بھی نقل کیا ہے۔ حافظ ابن  
 حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لسان المیزان میں خطیب والی اکثر باتیں بیان کی ہیں،  
 لیکن ان کو، الحافظ، بھی فرماتے ہیں اور ان کو کان من اوعیۃ العلم فرما کر ج، ا،  
 ص ۳۳۹ ان کے ان جید عالم ہونے کا بھی اقرار کرتے ہیں۔  
 تو واضح ہو گیا کہ یہ سند بھی صحیح ہے اور برسبیل تنزل درجہ حسن سے کم تو  
 نہیں ہے۔

### خلاصہ اس کا یہ ہے:

کہ احمد بن کامل قاضی بہت بڑے محدث، قرآن و حدیث کے علوم کے  
 ماہر، ابوالحسن بن ازقویہ نے ان کی مثل نہ دیکھا۔ ابن حجر ان کو الحافظ من اوعیۃ العلم  
 لکھتے ہیں۔ اتنے بڑے جلیل القدر محدث عالم نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو  
 ان القابات سے ملقب کیا ہے۔

موصوف بالکمال۔ کثرت روایت اور (صحیح) رائے اور تصانیف اور  
 حلال و حرام کے بارے میں علوم و فنون میں بلند مرتبہ اور آپ کے شاگرد آپ کو  
 معظم جانتے تھے۔

موسوعة الاعلام، ج ۲، ص ۲ پر ہے۔

محمد بن حسن ..... امام فی الفقہ و "اصو۔"  
 کہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فقہ اور اصول میں امام ہیں۔

حاکم اور امام ذہبی نے امام محمد بن حسن کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور  
صحیح حدیث کی تعریف اور خلاصہ کلام:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے متدرک میں حدیث نمبر ۹۹۰ نقل کی ہے۔ جس کی  
سند اسی طرح ہے۔

حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب عودا على بدء ثنا الربيع بن  
سليمان ثنا الشافعي ابنا محمد بن الحسن عن ابي يوسف عن عبد الله بن  
دينار عن ابن عمر رضي الله عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم قال۔

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس کی تخصیص میں امام  
ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے۔ امام حاکم اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے امام محمد بن  
حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو صحیح مانا ہے اور یقیناً حاکم اور ذہبی بھی دونوں نقد و  
رجال کے امام ہیں اور حدیث صحیح کے لئے رواۃ کا عادل ضابطہ حافظ ثقہ ہونا  
بنیادی شرط ہے۔

جیسا کہ امام حاکم نے اپنی کتاب المدخل فی اصول الحدیث کے صفحہ نمبر  
۸۹ پر حدیث صحیح کی تعریف کی ہے فرماتے ہیں۔

الحدیث الصحیحہ بنقل العدل عن العدل رواہ الثقات الحافظون  
الی الصحابی ..... کہ حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس کو عادل ثقات حافظ روایت  
کریں عادل ثقات سے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الباعث الحثیث  
کے صفحہ نمبر ۶ پر حدیث صحیح کی تعریف اس طرح کی ہے۔ اما الحدیث الصحیحہ  
فہو الحدیث المسند الذی یتصل اسنادہ بنقل العدل الضابط عن العدل  
الضابط الی منتہا ولا یكون شاذًا ولا معللاً۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث صحیح کے لئے ضروری ہے کہ وہ متصل ہو اس کے ناقل عادل ضابط ہوں عادل ضابط۔ سے (شروع) سے لے کر آخر تک اور وہ حدیث شاذ نہ ہو اور نہ ہی معطل۔

حدیث صحیح کی تعریف سے واضح ہو گیا کہ صحیح حدیث کے لئے ضروری ہے کہ اس کے روایت عادل ضابط حافظ ثقات ہوں۔

تو امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے امام محمد بن حسن شیبانی کی حدیث کو صحیح کہا ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ یہ دونوں امام، امام محمد بن حسن کو عادل ضابط حافظ ثقہ سمجھتے ہیں۔ تو واضح ہو گیا کہ امام حاکم اور امام ذہبی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو عادل، ضابط، حافظ، ثقہ جانتے ہیں۔

علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ترجمہ کرتے ہیں تو جرح کا ایک لفظ بھی نہیں لاتے اور آپ کو لفظ، امام کے ساتھ ملقب کرتے ہیں۔

(انساب سمعانی، ج ۳، ص ۴۸۳)

علامہ محدث مؤرخ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ۔ الجواہر المفیہ، ص ۳۲۳ پر محمد بن حسن شیبانی کا ترجمہ کرتے ہیں اور جرح کا ایک لفظ بھی نہیں لائے اور آپ کو لفظ (امام) کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ترجمہ سیر اعلام النبلاء میں کیا ہے اور جرح کا ایک لفظ بھی نہیں لائے۔ جلد نمبر ۹ ص ۱۳۴-۱۳۵ اور آپ کو فقیہ العراق کہتے ہیں۔ پھر علامہ زہبی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو لفظ، امام کے ساتھ ملقب کرتے ہیں۔ دیکھئے مناقب الامام وصاحبہ للذہبی، ص ۵۰ اور لفظ امام تعدیل میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ امام سخاوی نے فتح المغیث میں اس کی وضاحت کی ہے۔ امام سخاوی نے فرمایا ان قولہم سبق وحجة وامام وثقة ومتقن من عبارات التعديل التي لانزاع فيها۔ اس سے پہلے کی عبارت

یہ ہے۔ والی هذا اشار الذہبی بقولہ۔

(فتح المغیث، ج ۱، ص ۳۹۵ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

اور لفظ امام تعدیل میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ امام محدث ناقد رجال علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے فتح المغیث میں اس کی وضاحت کی ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ والی هذا اشار الذہبی بقولہ ان قولہم سبق، وحجۃ وامام، وثقۃ ومتقن من عبارات التعدیل التي لا نزاع فیہا۔ (فتح المغیث، ج ۱، ص ۳۹۵ مطبوعہ بیروت لبنان)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا (یعنی محدثین و ناقد رجال) کا، کسی کو سبق، حجت، امام، ثقہ، متقن کہنا یہ وہ تعدیل ہے جس میں کسی قسم کا نزاع نہیں ہے۔ تو مذکورہ حوالہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ لفظ امام بھی تعدیل میں شمار ہوتا ہے اور یہ تعدیل کی وہ قسم ہے جس میں کسی قسم کی کوئی نزاع نہیں ہے (اس کے بعد اگر کوئی انکار کرے گا تو وہ ایک نئی بات ہوگی جس کا موجد وہ خود ہی ہوگا)

تو جب لفظ امام بھی زبردست تعدیل میں شمار ہوتا ہے تو پھر جن حضرات نے مثلاً ذہبی رحمہ اللہ اور دیگر حضرات نے آپ کو لفظ امام کے ساتھ موصوف کیا ہے تو یقیناً یہ بھی ان کی طرف سے ایک زبردست تعدیل ہے۔

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ: امام محمد بن الحسن شیبانی رحمہ اللہ پر جو جرح ہے وہ قابل قبول نہیں کیونکہ دلائل کے ساتھ ان کا مردود ہونا گذشتہ اوراق میں بیان کر دیا گیا ہے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ کے لئے ائمہ دین کے جو تعریفی کلمات ہیں وہ ثابت ہیں کیونکہ ان کو ثقہ دلائل کے ساتھ مدلل کیا گیا ہے۔ لہذا امام محمد بن حسن

شیبانی رحمہ اللہ امام حافظ ثقہ ضابط ہیں اور ان پر کوئی اصولی جرح ثابت نہیں ہوئی۔  
 تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۶۰ پر امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے ترجمہ  
 میں خطیب نے ذکر فرمایا کہ: اخبرنا البرقانی قال سالت ابا الحسن الدارقطنی  
 عن ابي يوسف صاحب ابي حنيفة فقال هو اقوى من محمد بن الحسن -  
 (تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۶۰)

خطیب نے کہا مجھے خبر دی برقانی نے کہ میں نے قاضی ابو یوسف کے  
 متعلق ابو الحسن دارقطنی سے پوچھا تو دارقطنی نے کہا کہ ابو یوسف، محمد بن حسن  
 (الشیبانی) سے زیادہ قوی ہے۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔ جب ابو یوسف کو محمد بن  
 حسن کے مقابلہ میں دارقطنی نے اقویٰ کہا ہے تو ضرور محمد بن حسن قوی ہے۔  
 دارقطنی کے نزدیک۔

### نتیجہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کو کہتے ہیں۔ قویانی مالک، من بحور العلم والفقہ۔  
 (میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۵۱۳)  
 ذہبی آپ کو امام کہتے ہیں۔ (مناقب الامام وحیبہ، ص ۵۰)۔ ذہبی  
 آپ کو فقیہ العراق کہتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۱۳۴)۔ علامہ سمعانی  
 آپ کو امام کہتے ہیں۔ (انساب سمعانی، ص)۔ علامہ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ آپ کو،  
 امام کہتے ہیں۔ (الجواہر المصدیہ، ص ۳۲۳) امام علی بن المدینی رحمہ اللہ امام  
 بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الحدیث وہ محمد بن الحسن شیبانی کو۔ صدوق کہتے ہیں۔  
 (تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۸۱)

نوٹ: اس پر جو اعتراض کئے گئے تھے الحمد للہ ان تمام کے جوابات مدلل دیئے

گئے ہیں۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ثقات حفاظ میں شمار کیا ہے۔

غرائب مالک بحوالہ نصب الراية، ج ۱، ص ۴۸۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور  
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی حدیث کے ساتھ دلیل پکڑی ہے۔ مناقب الامام  
وصاحیہ، ص ۵۹ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے۔ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر  
علم حاصل کیا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۲، کتاب الاشقاء، ص ۱۱۹)

اس پر جو اعتراض تھا اسے بطریق مدلل رد کر دیا گیا ہے۔ (لہذا یہ ثابت  
ہے) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ کی کتابوں سے مستفیض ہوتے تھے۔

(تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۷)

اس پر جو اعتراض تھا اسے بطریق مدلل دور کیا ہے لہذا یہ بھی ثابت  
ہے۔ امام محمد بن حسن کی آپ کے تمام شاگرد بہت تعظیم کرتے تھے۔

(ابو حنیفہ واصحابہ للصریری، ص ۱۲۰)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ (تجلی المنفعت، ص ۴۰۹)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی حدیث کو صحیح کہا۔ مستدرک حاکم ج ۳،  
حدیث نمبر ۷۹۹۰۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی حدیث کو صحیح کہا۔ تخیص  
المستدرک، ج ۳، ص ۷۹۹ اور صحیح حدیث کے لئے روایات کا عادل ضابطہ حافظ  
ثقفہ ہونا ضروری ہے۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ تاریخ دمشق، ج ۹، ص ۲۴ پر امام محمد بن حسن  
شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو الفقیہ کہتے ہیں۔ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الکمال کے ج ۳،  
ص ۵۵ پر آپ کا ذکر وصف فقیہ سے کیا ہے۔

تہذیب الکمال، ج ۳، ص ۱۱۵۔ تہذیب الکمال، ج ۴، ص ۴۸۴۔

تہذیب الکمال، ج ۱۵، ص ۱۱۰۔ تہذیب الکمال، ج ۱۶، ص ۱۳۔ تہذیب الکمال،

ج ۱، ص ۴۷۴۔ تہذیب الکمال، ج ۱۲، ص ۱۴۰۔ تہذیب الکمال، ج ۲۶، ص ۴۷۶۔ تہذیب الکمال، ج ۳۰، ص ۳۲۔ تہذیب الکمال، ج ۳۲، ص ۴۹۰۔

ان تمام صفحات پر امام مزی رحمہ اللہ نے امام محمد بن حسن شیبانی کا ذکر فرمایا کسی کے استادوں میں کسی کے شاگردوں میں اور جب بھی آپ کا ذکر کیا ہے تو بڑے احترام سے کیا ہے یعنی فقیہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام محمد بن حسن شیبانی کی حدیث بحوالہ کتاب الآثار شریف الاصابہ میں نقل کیا ہے۔

ابو عامر الشافعی ذکر محمد بن الحسن الشیبانی فی کتاب الآثار  
عن ابی جحیفۃ عن محمد بن قیس ان رجلا یکنی ابا عامر کان یهدی  
لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل عام راویۃ خمر الحدیث .....  
(الاصابة فی تمیز الصحابة، ج ۷، ص ۲۵۴)

طبرانی کے محشی حمدی عبد المجید سلفی نے امام محمد بن حسن شیبانی کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (طبرانی المعجم الکبیر، ج ۷، ص ۱۰۱)  
اسی طرح امام نور الدین ہیشمی رحمہ اللہ نے بھی آپ کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۱۰۱)

امام محدث احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی نے امام محمد بن حسن کی حدیث کو الاحادوالثانی میں ذکر کیا ہے۔

حدثنا ابراهیم بن المستمر العراقی نا علی بن الحسن شیخ ذکرنا  
محمد بن الحسن الشیبانی عن خارجۃ بن الحارث الجہی عن ابیہ قال  
سمعت شان بن وبر رضی اللہ عنہ یقول غزوت مع رسول اللہ ﷺ غزوة  
(الاحادوالثانی، ج ۵، ص ۲۸۳)

المریسم ○

وہی غزوہ بن المصطلق فقال شعارنا یا منصور امت۔

نتیجۃ التحقیق: محمد بن الحسن الشیبانی۔ امام فقیہ قوی صدوق ثقہ حافظ ضابط عادل علم وفقہ کا دریا، صحیح الحدیث، عند الحاکم والذہبی، علیہما الرحمہ حسن الحدیث، عندا لہیثمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور جلیل القدر ائمہ حدیث کے استاد اور عظیم القدر ائمہ حدیث کے شاگرد ہیں۔

امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے متعلق تحقیق:

زئی وہابی صاحب نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا بھی انکار کیا ہے بالخصوص موطا شریف اور کتاب الآثار شریف کا۔ احقر کے علم میں یہ بات نہیں کہ اس سے پہلے تک کسی نے بھی امام محمد کی ان کتابوں کا انکار کیا ہو کہ یہ ان کی کتابیں نہیں ہیں۔ احقر کے خیال میں اس کا موجب بھی زئی وہابی ہی ہے۔ یہ اس کی ائمہ احناف کے ساتھ بغض و عناد کی بہت واضح مثال ہے۔ خیر اندھے کے انکار کرنے سے سورج کا کوئی نقصان نہیں ہوتا البتہ سب یہی کہتے ہیں کہ اندھا ہے اس لئے بے چارہ سورج کو نہیں دیکھ سکتا۔

آپ موطا اور کتاب الآثار کا انکار کیوں کرتے ہیں اس لئے کہ موطا کی جلالتِ شان مسلم ہے اور کتاب الآثار کے راوی بھی اعلیٰ مرتبہ کے ثقہ ثبت ہیں اور یہ دونوں کتابیں بھی اولہ احناف کی کتب میں شامل ہیں اور ان کے دلائل واضح روشن اور مضبوط ہیں۔ اس لئے آپ کو یہ تکلیف ہوئی اور آپ نے ان دونوں کتابوں کو جعلی قرار دیا اور ذرا بھی شرم نہ کی۔ چاہے تو یہ تھا کہ آپ ائمہ نقد و رجال سے ان کے اقوال پیش کرتے کہ فلاں امام نے فلاں محدث نے فلاں نقد و رجال کے امام نے ان کتابوں کا امام محمد کی کتب ہونے سے انکار کیا ہے مگر آپ اس



میں سو فیصد ناکام رہے۔

اور خود ہی ایک مفروضہ قائم کر کے اور علامہ حارثی کو اس کا بنیادی راوی قرار دے کر سند پر گفتگو کر کے اپنے ہی زعم فاسد میں خوش ہو گئے کہ میں نے معرکہ مارلیا ہے اور پھر کہا کہ اگر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی سند بھی دیکھی جائے تو تب بھی کتاب الآثار ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس سند میں معتزلی راوی ہیں۔

اگر اعتزال کی بنا پر آپ اس سند کو قبول نہیں کرتے تو بخاری و مسلم و سنن اربعہ کی ان احادیث کے تو پھر آپ کے منکر ہوں گے جن کے سندوں میں معتزلی، قدری، مرجئی وغیرہ راوی ہیں۔

الحاصل: آپ سے پہلے تک کسی جلیل القدر امام اور محدث اور ناقد رجال کا انکار نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتابیں موطا، کتاب الآثار، امام محمد بن حسن کی کتابیں ہیں۔

اصل میں بات یہ ہے کہ موطا شریف سیدنا امام مالک رحمہ اللہ کی کتاب ہے اور کتاب الآثار امام سیدنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب ہے۔

موطا آپ نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور کچھ روایات اپنے دیگر شیوخ حدیث سے بھی اس میں داخل کی ہیں اس لئے وہ مشہور ہو گیا موطا امام محمد اور کتاب الآثار مکمل کتاب کی مرویات کو آپ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہیں۔ اس لئے وہ بھی آپ کی کتابوں میں شامل ہے۔

ابن عدی کی گواہی:

آپ کا امام معتدل علامہ ابن عدی نے کامل میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ محمد بن حسن شیبانی نے امام مالک سے موطا سنا ہے۔

ابن عدی کے الفاظ یہ ہیں۔ انه سمع من مالك الموطا و كان يقول لا صحابه ما رايت اسوا ثناء منكم على اصحابكم اذا حدثتكم عن مالك ملائم على الموضوع ..... (کامل ابن عدی، ج ۷، ص ۳۷۶)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن حسن نے امام مالک سے موطا سنا ہے۔ اور آپ فرماتے تھے یعنی محمد بن حسن کہ ..... جب میں تمہیں امام مالک سے حدیث بیان کرتا ہوں تو تم مجھ پر جگہ بھی تنگ کر دیتے ہو۔ اور جب میں کسی اور سے بیان کرتا ہوں تو تم ناپسند کرتے ہو۔ جس کو زئی وہابی نے امام معتدل مانا ہے اس نے صاف کہہ دیا ہے کہ (امام) محمد بن حسن شیبانی نے موطا امام مالک رحمہ اللہ سے سنا ہے۔ اس کے بعد کسی اور حوالہ کی ضرورت تو نہیں تاہم کچھ اور بھی حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

(نوٹ): اب کہیں زئی وہابی صاحب اپنے امام معتدل ابن عدی پر ناراض ہو کر کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ ابن عدی کا یہ قول مردود ہے۔ (فافہم و تدبر)

### امام دارقطنی کی گواہی:

غرائب مالک میں امام دارقطنی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رکوع جاتے وقت رفع یدین پر گفتگو کرتے ہیں کہ امام یحییٰ بن یحییٰ نے اپنے موطا میں اگر امام مالک رحمہ اللہ سے رکوع جاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا تو ثقات حفاظ کی ایک جماعت امام مالک رحمہ اللہ سے رکوع جاتے وقت رفع یدین کو روایت کرتے ہی اور محدثین کے نام شمار کیے اور ان میں امام محمد بن حسن شیبانی کو بھی شمار کیا ہے۔ (نصب الراية، ص)

اگر موطا امام محمد نے روایت نہیں کیا تو بتاؤ پھر امام محمد نے امام مالک

سے رفع یدین کی مرفوع روایت بطریق ابن عمر رضی اللہ عنہ اور کس کتاب میں لکھی ہے۔

(ہاتوا برہانکم ان کنتم صدقین)

وہ کتاب موطا امام محمد ہی ہے جس میں یہ روایت موجود ہے اور اسی کا

دارقطنی نے حوالہ دیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

اسی رفع یدین کی حدیث میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا کے جن روایات

نے رکوع جاتے وقت رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن البر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے

نام شمار فرمائے اور ان میں (امام) محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شمار کیا ہے

اور بعد اس کے فرماتے ہیں۔ کل هؤلاء رَوَوْهُ عَنْ مَالِكٍ فَذَكَرُوا فِيهِ الرَّفْعَ

عِنْدَ الْإِنْحِطَاطِ إِلَى الرُّكُوعِ..... قَالُوا فِيهِ..... وَذَكَرَ الدَّارِقُطْنِيُّ

الطَّرِيقَ عَنْ أَكْثَرِهِمْ عَنْ مَالِكٍ كَمَا ذَكَرْنَا وَهُوَ الصَّوَابُ۔

(التمہید ابن عبدالبر، ج ۹، ص ۲۱۱)

یعنی ان تمام روایات نے امام مالک سے رفع یدین کی حدیث میں رکوع

جاتے وقت رفع یدین کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح دارقطنی نے بھی ان کے اکثر

طرق ذکر کر دیئے ہیں۔ امام مالک سے جس طرح ہم نے ذکر کیے ہیں اور یہی

درست ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ موطا کے روایات میں سے ایک راوی ہیں۔

(۲) اور دارقطنی نے بھی یہ سب ذکر کیا ہے۔

(۳) اور یہی درست بات ہے۔

(نوٹ): امام دارقطنی کا حوالہ امام ذہبی نے بھی نصب الراية میں دیا ہے جیسا

کہ ابھی قریب ہی یہ حوالہ گزر چکا ہے۔ زئی نے اس لئے انکار کیا اس حوالہ کا کہ اس کا امام زلیعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے لیکن دیکھئے وہی حوالہ علامہ ابن عبدالبر بھی دارقطنی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں (کچھ معمولی فرق کے ساتھ) اور اس کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

### امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (محمد بن حسن شیبانی) قویانی مالک۔

(میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۵۱۳)

کہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں قوی ہے۔ اگر موطا امام محمد کی کتاب نہیں ہے تو پھر بتاؤ امام مالک سے آپ کی وہ کوئی روایت ہیں جس کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا کہ آپ امام مالک کی روایت میں قوی ہیں۔ امام ذہبی نے ساتھ یہ الفاظ بھی فرمائے ہیں۔ یروی عن مالک بن انس کہ آپ نے امام مالک سے روایت کی ہے۔ وہ کون سی احادیث ہیں جو آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہیں وہ یہی موطا شریف ہے۔

### علامہ حافظ الدین ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بغیر آپ کا بھی گزارا نہیں ہے، جن کے حوالہ جات آپ بھی بکثرت نقل کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب تعجیل المنفعت میں امام محمد بن حسن شیبانی کا ترجمہ کرتے ہوئے امام محمد بن حسن کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہیں جن سے امام محمد بن حسن نے سماع کیا ہے تو فرماتے ہیں۔ سمع بالشام من الاوزاعی وغیرہ وبالمدینۃ من مالک وغیرہ۔

(تعجیل المنفعت، ص ۴۰۹)

کہ (امام) محمد بن حسن نے ملک شام میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کیا ہے اور مدینۃ المنورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کیا ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں۔

قال محمد بن عبد الله بن عبد الحکم سمعت الشافعی يقول قال لی محمد بن الحسن اقامت علی باب مالک ثلاث سنین وسمعت من لفظه سبع مائة حدیث انتھی۔

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے محمد بن حسن سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تین سال تک رہا اور خود ان کے اپنے لفظ سے میں نے ان سے سات سو حدیثیں سنی ہیں۔

(نوٹ): اس کی سند کی توثیق گذشتہ اوراق میں ہو چکی ہے وہیں پر ملاحظہ فرمائیں۔ پھر علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وكان مالک لا يحدث من لفظه الا قليلا فلولا طول اقامة محمد عنده وتمكنه منه ما حصل له عنه وهو احد رواة الموطا عنه وقد جمع حديثه عن مالک واورد فيه ما يخالفه فيه وهو الموطا المسموع من طريقه ○ (تجیل المنفعت، ص ۴۰۹)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے لفظ سے بہت کم بیان کرتے تھے اگر محمد بن حسن شیبانی (تین) سال کی لمبی اقامت امام مالک کے پاس نہ کرتے تو انہیں یہ بات حاصل نہ ہوتی (یعنی سات سو حدیثیں امام مالک کے اپنے لفظ سے سننے کی)۔ (محمد بن حسن) وہ موطا کے روایت میں سے ایک راوی ہیں اور آپ نے امام مالک کی حدیث کو جمع کیا اور اس میں آپ سے کچھ اختلاف بھی کرتے ہیں اور وہ مخالف روایات بھی لاتے ہیں۔

وهو الموطا المسموع من طريقه ○

اور وہ موطا آپ کا سنا ہوا ہے آپ کے طریق سے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام سے جو امور ثابت ہوئے ہیں۔

(۱) امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ کے پاس تین سال مقیم رہے

(۲) سات سو احادیث خود امام مالک رحمہ اللہ کے اپنے لفظ سے سماعت کی ہیں۔

(۳) آپ موطا کے روایات میں سے ایک راوی ہیں۔

(۴) موطا آپ کا سماع کیا ہوا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ جیسے محقق کی تحقیق کے بعد کچھ ذرا بھی شک رہ جاتا ہے؟

کہ موطا امام محمد کی کتاب نہیں ہے۔ یقیناً یہ آپ ہی کی کتاب ہے۔

امام محدث فقیہ ناقد بذر الدینی محمود عینی رحمہ اللہ کی گواہی:

آپ بھی فرماتے ہیں کہ:

روی عن مالك ايضا الامام محمد بن حسن شيباني رحمه الله ولازمه

مدة وسمع عليه الموطا (مغانی الاخیار، ج ۵، ص ۳)۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بنے امام مالک سے موطا سنا ہے۔

شیخ امام علامہ محدث قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ کی گواہی:

شیخ امام مقتدا محدث فقیہ ناقد رجال امام قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ اپنی

کتاب تاج التراجم میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کا ترجمہ کرتے ہوئے آخر

میں آپ کی تصانیف کا ذکر کرتے ہیں۔

جامع کبیر، جامع صغیر، سیر کبیر، سیر صغیر، (کتاب) الآثار، الموطا

شریف وغیرہ۔ تاج التراجم، ص ۱۵۸۔

امام قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی موطا شریف کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔

علامہ مصطفیٰ بن عبد اللہ المعروف حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف

الظنون کی گواہی:

علامہ محدث مؤرخ مصطفیٰ بن عبد اللہ المعروف حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف الظنون (جو کہ کتب کے تعارف پر مبنی ہے) میں موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وللامام محمد بن الحسن الشیبانی موطا کتب فیہ علی مذہبہ

روایۃ عن الامام مالک واجاب ماخالف مذہبہ ○

(کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۹۰۸)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا روایت کیا ہے اور اس میں کچھ امام مالک سے اختلاف بھی کرتے ہیں اور ان کے جواب دیتے ہیں۔ حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی سے بھی ثابت ہو گیا کہ موطا، امام محمد کی کتاب ہے۔ جو آپ نے حضرت امام الائمہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔

محدث مؤرخ فقیہ علامہ عبد القادر بن ابوالوفا القرشی رحمۃ اللہ علیہ کی

گواہی کہ موطا، امام محمد کی کتاب ہے:

آپ اپنی کتاب الجواہر المصیۃ میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے موطا شریف کا ذکر کرتے ہیں، فرماتے ہیں۔ ویروی عن مالک

ودون الموطا وحدث به عن مالك۔ (الجواهر المضية، ص ۳۲۳)

کہ محمد بن حسن امام مالک سے روایت کرتے ہیں اور آپ نے موطا مدون کیا اور اسے امام مالک سے بیان کیا ہے۔

مذکورہ عبارت سے بھی واضح ہے کہ موطا شریف امام محمد کی کتاب ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔

علامہ محدث فقیہ مؤرخ عبدالقادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور حوالہ:

آپ اپنی کتاب الجواهر المضية میں: احمد بن محمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حمدان ابو منصور الحارثی الامام القاضی الرئيس من اهل سرخس رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام نجم الدین ابو حفص عمر النسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معجم شیوخ میں فرماتے ہیں۔ احمد بن محمد بن منصور الحارثی الامام من مسموعاته کتاب الموطا رواية محمد بن الحسن عن مالك يرويه عن ابی الفضل احمد بن خيرون عن ابی الطاهر عبدالغفار المؤدب عن ابی علی الصواف عن ابی علی بشر بن موسى عن ابی جعفر احمد بن محمد بن مهران عن محمد بن الحسن۔ (الجواهر المضية، ص ۸۰)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام نجم الدین ابو حفص عمر النسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معجم الشیوخ میں فرمایا کہ احمد بن محمد بن منصور الحارثی امام ہے اور اس کے مسموعات سے موطا شریف بھی ہے۔ بطریق محمد بن حسن شیبانی اور وہ امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ یہ راوی احمد بن محمد بن منصور الحارثی الامام موطا امام محمد کو اس سند سے روایت کرتے تھے۔

يرويه عن ابی الفضل احمد بن خيرون، عن ابی الطاهر عبدالغفار المؤدب عن ابی علی الصواف عن ابی علی بشر بن موسى عن ابی



جعفر احمد بن محمد بن محمد بن مهران عن محمد بن الحسن ○

اور یہ تمام سند ثقہ رجال پر مشتمل ہے سند کی توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن علی بن لقمان النسفی علامہ عبد القادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ الامام الزاہد نجم الدین ابو حفص پھر علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔ قال السمعانی فقیہ فاضل عارف بالمذہب والادب صنف التصانیف فی الفقہ والحديث ونظم الجامع الصغير۔ پھر علامہ ابن نجار کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔ وذكره ابن النجار فاطال وقال كان فقیها فاضلا مفسرا محدثا اديبا مفتيا وقد صنف كتباً فی التفسیر والحديث والشروط۔ پھر علامہ عبد القادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وقد جمع اسماء مشائخه فی کتاب سماه تعداد الشيوخ۔ (الجواهر المضية، ص ۲۵۵)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ راوی نجم الدین ابو حفص عمر النسفی رحمۃ اللہ علیہ امام قاضی محدث مفسر ادیب فقیہ فاضل ہیں اور صاحب تصانیف۔ انہوں نے اپنے مجتم الشیوخ میں ذکر فرمایا احمد بن محمد بن احمد ابو منصور الحارثی امام قاضی کا کہ انہوں نے اپنی سند سے موطا امام محمد روایت کیا ہے۔

اس سند کے پہلے راوی ہیں احمد بن محمد بن احمد ابو منصور الحارثی، علامہ عبد القادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ الامام القاضی الرئيس من اهل سرخس اور امام نجم الدین عمر النسفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو لفظ امام کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ (الجواهر المضية، ص ۸۰)

گذشتہ صفحات میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی فتح المغیث کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ لفظ امام بھی تعدیل میں سے ہے۔ دوسرے راوی ہیں۔ ابو الفضل احمد بن خیرون ان کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلا کے ج ۱۹، ص ۱۰۵ پر فرمایا ہے۔

الامام العالم الحافظ المسند الحجۃ ابو الفضل احمد بن الحسن بن احمد بن خيرون  
 البغداد السمعاني نے کہا کہ یہ ثقہ عدل متقن واسع الروایات۔ سلفی نے کہا کہ یہ  
 اپنے وقت کا یحییٰ بن معین تھا۔ واضح ہوا کہ یہ بھی ثقہ حجت ہے۔  
 تیسرے راوی ہیں۔ عبد الغفار بن محمد بن جعفر بن زید ابو طاہر المؤدب  
 یہ خطیب بغدادی کے استاذ ہیں۔

لسان المیزان میں ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قال الخطیب کتبت  
 عنه وسالته عنه مولدہ لسان المیزان، ج ۴، ص ۴۳ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۱۶۔  
 امام مزی رحمہ اللہ نے تہذیب الکمال، ج ۱۹ ص ۴۸۵ پر ایک حدیث نقل کی ہے جس  
 کی سند میں یہی عبد الغفار بن محمد بن جعفر المؤدب ہے حدیث ذکر کرنے کے بعد  
 امام مزی فرماتے ہیں۔ قال ابو الفتح الأزدي تفرد به جرير الرازي ان كان  
 عثمان بن ابي شيبة حفظه فانه لم يتابع عليه قال الحافظ ابو بكر قذرواه  
 ابو زرعة الرازي عن عثمان فخالف الجماعة في اسنادہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ  
 ابو الفتح ازدي نے جریر الرازی کے تفرد پر اعتراض کیا ہے، حافظ ابو بکر نے عثمان  
 بن ابی شیبہ کی مخالفت جماعت کا ذکر کیا ہے لیکن کسی نے بھی عبد الغفار بن محمد بن  
 جعفر المؤدب پر اعتراض نہیں کیا۔ اگر اس میں بھی کوئی ضعف ہوتا تو اس پر بھی  
 ضرور اعتراض کرتے۔

علامہ مزی نے تہذیب الکمال کے ج ۲۰، ص ۵۱۲ پر عبد الغفار بن محمد بن  
 جعفر المؤدب کی سند سے ایک اور حدیث لکھی ہے اور روات پر تو اعتراض کیا ہے  
 اس پر اعتراض کا ایک لفظ بھی نہیں فرمایا۔ علامہ مزی رحمہ اللہ نے تہذیب الکمال کے  
 ج ۲۴، ص ۳۷۲ پر بھی اس کا ذکر بغیر کسی جرح کے فرمایا ہے۔ خطیب نے تاریخ  
 بغداد میں فرمایا کہ میں نے اس سے لکھا ہے۔ تاریخ بغداد میں مختلف صفحات پر

عبد الغفار بن محمد بن جعفر المؤدب کا ذکر کم و بیش سینتیس (۳۵) صفحات پر ذکر ہے۔ مثلاً تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۳۲۶۔ ج ۲، ص ۱۲۴۔ ج ۲، ص ۱۳۴۔ ج ۲، ص ۱۵۵۔ ج ۲، ص ۱۸۸۔ ج ۲، ص ۳۲۷۔ ج ۳، ص ۳۰۳۔ ج ۴، ص ۱۹۳۔ ج ۴، ص ۲۱۸۔ ج ۴، ص ۲۲۳ وغیرہ مقامات پر مذکور ہے خطیب کو اس پر اعتماد ہے۔ علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کا ذکر تاریخ دمشق کے ان صفحات پر کیا ہے۔ ج ۵، ص ۲۵۹۔ ج ۶، ص ۳۶۵۔

نہ ہی یہ مجہول ہے اور نہ ہی کسی کی اس پر جرح منقول ہے جو موجب ضعف ہو اور کئی ائمہ نے اس کی روایات کو قبول کیا ہے اور بالخصوص خطیب بغدادی کا استاد ہے اور قابل اعتماد راوی ہے۔

اس سند کے چوتھے راوی ہیں۔ ابو علی محمد بن احمد بن حسن المعروف بن الصواف۔ تاریخ بغداد میں ہے۔

قال الدارقطني مارات عيني مثل ابى علي بن الصواف قال الخطيب وكان ثقة مأمونا O (تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۸۹)  
 الدارقطني نے کہا میری آنکھوں نے اس کی مثل نہ دیکھا۔ خطیب نے کہا یہ ثقہ مامون ہے۔

پانچویں راوی ہیں۔ بشر بن موسیٰ بن صالح الاسدی۔ تاریخ بغداد میں ہے۔ قال الخطيب ثقة امين قال ابو بكر احمد بن محمد بن هارون الخلال، بشر بن موسى شيخ جليل مشهور قديم السماء وكان ابو عبد الله يعني احمد بن حنبل يكرمه سنل الدارقطني عن بشر بن موسى قال ثقة قال الدارقطني ثقة نبيل۔ (تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۸۶)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خطیب نے کہا یہ ثقہ امین ہے۔ ابو بکر احمد بن محمد

الحلال نے کہا یہ شیخ جلیل مشہور قدیم السماع ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس کی عزت کرتے تھے۔ دارقطنی سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ ثقہ نبیل ہے۔

چھٹے راوی ہیں۔ احمد بن محمد بن مہران السوطی۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کو ابو نعیم فضل بن دکین کے شاگردوں میں شمار کیا ہے اور امام ابو القاسم طبرانی رحمہ اللہ کو اس کے شاگردوں میں شمار کیا ہے اور کوئی لفظ جرح کا اس کے متعلق بیان نہیں کیا۔ (تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۹۹)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تعجیل المنفعت میں اس کو امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے اور امام شافعی امام ابو عبید ہشام بن عبید اللہ الرازی اور ابوسلیمان وغیرہ کو ان کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

(تعجیل المنفعت، ص ۴۰۹)

لہذا اس سے روایت کرنے درج ذیل امام ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ، امام ابو عبید (قاسم بن سلام)، محدث ہشام بن عبید اللہ الرازی، ابوسلیمان وغیرہ۔ گذشتہ صفحات میں امام دارقطنی کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔

اور اس سے روایت کرنے والے ایک تو امام شافعی رحمہ اللہ ہیں جو امام الائمہ ثقہ ثبت حجت ہیں اور ثقہ ثبت امام ابو عبید (قاسم بن سلام) ہیں یہ بھی زبردست ثقہ ہیں۔ تو اس سے اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو گئی ہے۔ لہذا اس کی روایت قابل قبول ہے اور یہ احمد بن محمد بن مہران امام محمد رحمہ اللہ سے موطا کو روایت کرتے ہیں۔ گذشتہ صفحات میں موطا کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے بعد سند کی ضرورت تو نہ تھی لیکن الحمد للہ احقر نے سند بھی بیان کر دی ہے اور اس کی

توثیق بھی۔ جب ایک یہ سند ثقہ صحیح ثابت ہو چکی ہے تو باقی دو سندیں جن پر زنی نے کلام کیا ہے ان کو اس سند کا متابع بنالیں اور یہ سند اپنے متابع سے مل کر صحیح لغیرہ کے درجہ سے کم نہیں ہے۔ اس کا ایک شاہد بھی ذکر کرتا ہوں۔

علامہ عبدالقادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ، الجواہر المفضیہ میں۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ بن الازہر ابو العباس الفقیہ الحافظ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ روی کتب محمد بن الحسن عن ابی سلیمان۔ (الجواہر المفضیہ، ص ۷۹)

یعنی (امام) حافظ فقیہ احمد بن محمد بن عیسیٰ ابو العباس نے بطریق ابو سلیمان (جوز جانی) (امام) محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی تمام کتابیں روایت کی ہیں۔ ابو العباس احمد بن محمد بن عیسیٰ کو خطیب نے ثقہ حجت کہا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صدوق (سچا) کہا ہے۔ امام دارقطنی نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

(الجواہر المفضیہ، ص ۷۹)

اور ابو سلیمان (جوز جانی) بھی صدوق ہے۔ زنی وہابی اپنے اسی رسالہ میں جوز جانی کو صدوق مان چکا ہے۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۶ پر آپ کو خطیب نے کان فقیہا بصیراً بالری اور صدوق (سچا) کہا ہے۔

علامہ ابن ندیم نے الفہرست میں ابو عبد اللہ محمد بن سماعۃ التمیمی کے ترجمہ میں فرمایا۔ یہ فقیہ تھا اور کئی کتب کا مصنف ہے اس کا ۲۳۳ھ میں وصال ہوا۔ آخر میں فرماتے ہیں۔

وقد روی کتب محمد بن الحسن عنہ۔ (الفہرست ابن ندیم، ص ۳۲۷)

اور محمد بن سماعۃ نے محمد بن حسن سے ان کی کتابیں روایت کی ہیں۔ ابن ندیم متوفی ہیں۔ ۳۸۰ھ میں اور محمد بن سماعۃ متوفی ہیں۔ ۲۳۳ھ میں تو اس حساب سے ابن ندیم کی ولادت جو ہے وہ تین سو کے قریب، معلوم ہوتی ہے یعنی ابن

ندیم جو ہیں وہ محمد بن سماعہ کے زمانہ کے بہت قریب کے آدمی ہیں اور وہ پورے جزم کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ محمد بن سماعہ نے محمد بن حسن کی تمام کتابیں ان سے روایت کی ہیں۔

پھر علامہ ابن ندیم الفہرست میں ابو سلیمان الجوزجانی کا ترجمہ کرتے ہوئے ان کو متقی دیندار فقیہ، محدث قرار دیتے ہیں اور ان کو امام محمد بن حسن کا شاگرد بھی شمار کرتے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں۔

وانما روی کتب محمد بن الحسن۔ (الفہرست ابن ندیم، ص ۳۳۸)  
کہ ابو سلیمان جوزجانی نے امام محمد بن حسن کی تمام کتابیں روایت کی ہیں۔ اور ابو سلیمان جوزجانی کو خطیب بنے صدوق (سچا) کہا ہے جیسا کہ پہلے حوالہ گزر چکا ہے یعنی امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی کتابوں کا روایت کرنے والا کوئی ایک شخص نہیں بلکہ آپ کے بہت سے شاگردوں نے آپ سے آپ کی تمام کتب روایت کی ہیں۔

علامہ محدث مؤرخ فقیہ قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی

الصمیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۳۶ھ

فرماتے ہیں۔ ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی، ومعلیٰ بن منصور الرازی روياً عنهما الكتب والا مالى۔ (ابو حنیفہ واصحابہ، ص ۱۵۴)  
یعنی ابو سلیمان جوزجانی اور معلیٰ بن منصور دونوں نے امام محمد بن حسن شیبانی اور امام قاضی ابو یوسف سے ان کی تمام کتابیں اور امالی روایت کی ہیں۔  
پھر علامہ محدث صمیری رحمۃ اللہ علیہ، ابو عبد اللہ محمد بن سماعہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔  
وهو من الحفاظ الثقات كتب النوادر عن ابی یوسف وعن محمد جميعا

وروی الكتب والامالی۔ (ابو حنیفہ واصحابہ، ص ۱۵۴)

(یعنی) محمد بن سماعہ ثقہ حفاظ میں سے ہے اور اس نے (امام) ابو یوسف رحمہ اللہ سے نوادر لکھی ہے اور (امام) محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ سے ان کی تمام کتابیں لکھی ہیں اور روایت کی ہیں۔

وہابی علماء سے ثبوت پیش کیے جاتے ہیں:

غیر مقلدین کا علامہ محقق احصر ارشاد الحق انہری صاحب نے اپنی کتاب توضیح الکلام میں کئی مقامات پر موطا امام محمد اور کتاب الآثار امام محمد کے حوالے دیئے ہیں مثلاً توضیح الکلام کے ص ۸۷۶ پر موطا امام محمد کا حوالہ پیش کیا ہے اور پھر توضیح الکلام کے ص ۹۳۸ پر ایک حدیث کے مرفوع اور مرسل ہونے کے اختلاف پر موطا امام محمد سے حدیث کو مرسل بیان کر کے ثابت کرتے ہیں کہ یہ حدیث موطا امام محمد میں مرسل ہے۔ توضیح الکلام کے ص ۹۹۷ پر پھر موطا امام محمد کی روایت بیان کی۔

طائفہ وہابیہ کا ایک اور محدث موطا کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

طائفہ وہابیہ کا محدث حافظ محمد صاحب گونہ ایبی اپنی کتاب خیر الکلام کے ص ۳۳۸ پر لکھتا ہے کہ ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے موطا امام کا حوالہ دیتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی ایک سند موطا امام محمد میں ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ روایت کیسی ہے۔ احقر کا مقصد تو یہ ہے کہ موطا امام محمد کی کتاب ہے جس کو زنی وہابی کے اکابر بھی مان چکے ہیں۔ طائفہ وہابیہ کا محدث کس جزم کے ساتھ کہتا ہے کہ اس کی ایک سند موطا امام محمد میں ہے۔ عبارت بالکل واضح ہے کہ طائفہ وہابیہ کا یہ محدث موطا کو آپ کی روایت سے آپ کی کتاب مانتا ہے۔

طائفہ وہابیہ کا یہی محدث پھر خیر الکلام کے ص ۳۵۳ پر موطا امام محمد کا

حوالہ پیش کرتا ہے اور حدیث کو مرسل ثابت کرتا ہے۔

وہابیہ غیر مقلدین کا ایک اور علامہ عبد المجید سوہدروی بھی موطا کو  
امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

غیر مقلدین کا یہ علامہ بھی اپنی کتاب سیرت الائمہ کے ص ۱۰۵ پر امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

کہ آپ تصنیف و تالیف کے لحاظ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ حدیث وفقہ میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں موطا محمد، کتاب الآثار اور جامع صغیر کو شہرہ عام حاصل ہے۔ (سیرت الائمہ، ص ۱۰۵) پھر ص ۱۰۴ پر بھی کہا ہے کہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ میرے استاد محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ نے حدیث کی تعلیم و تحصیل میں بے حد محنت کی اور وہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی موطا پر عبور کامل رکھتے ہیں۔

خود امام محمد رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میں تین سال سے زائد عرصہ تک امام مالک رحمہ اللہ کی شاگردی میں رہا۔ سات سو سے اوپر احادیث کی ان سے سماعت کی اور اپنے درس میں عموماً امام مالک رحمہ اللہ ہی سے احادیث روایت کیں آپ نے موطا امام مالک کو نئے رنگ میں مرتب کیا اور جا بجا حواشی سے اس کو مزین فرمایا۔ (سیرت الائمہ از عبد المجید سوہدروی وہابی غیر مقلد، ص ۱۰۴)

طائفہ وہابیہ کا ایک اور محدث صادق سیالکوٹی بھی موطا امام محمد کی  
کتاب مانتا ہے:

طائفہ وہابیہ کے ایک اور محدث علامہ محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب صلوٰۃ



الرسول میں لکھتا ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو احناف کے مسلمہ امام ہیں۔ سارا ذخیرہ حنفی مذہب کا ان ہی کی محنت شاقہ اور مساعی کا نتیجہ ہے۔ آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قابل فخر شاگرد ہیں۔ آپ اپنی مشہور کتاب موطا امام محمد میں رفع الیدین کی صحیح حدیث لائے بلفظ۔

(صلوۃ الرسول، ص ۲۴۲، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور)

طاہفہ وہابیہ کے اس محدث نے بھی بالجزم، موطا کو امام محمد کی مشہور کتاب مانا ہے۔

وہابیہ کا ایک اور محدث موطا کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے

نواب صدیق حسن بھوبھالی:

نواب صدیق حسن بھوبھالی نے اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں موطا کے متعدد نسخہ جات کے حوالے دیتے ہوئے موطا امام محمد کا بھی ذکر کیا ہے۔

(اتحاف النبلاء، ص ۱۶۷)

طاہفہ وہابیہ کا یہی محدث نواب صدیق حسن صاحب اتحاف النبلاء کے ص ۳۴۹ پر یوں رقمطراز ہے کہ محمد در حدیث شاگرد امام مالک است وصاحب موطاست (امام) محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور صاحب موطا ہیں۔

ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ خود وہابی علماء بھی موطا امام محمد کو امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مانتے ہیں۔ اور ان کو اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے بلکہ اپنی کتابوں میں موطا کے حوالے دیتے ہیں۔

احقر کے خیال میں سب سے پہلے جس نے اس بات کا انکار کیا ہے موطا امام محمد اور کتاب الآثار امام محمد رحمہ اللہ کی کتب نہیں ہیں وہ دہائی زنی ہے نو مولود محققین کا یہی حال ہوتا ہے۔

اب کچھ کتاب الآثار کے بارے میں:

جس طرح امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے حضرت امام الائمہ امام مالک رحمہ اللہ سے موطا روایت کیا ہے اسی طرح آپ نے سرتاج محدثین سید الفقہاء والحمد للہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کو روایت فرمایا ہے اور محققین نے اسے تسلیم کیا ہے، گذشتہ اوراق میں امام محمد رحمہ اللہ کی سب کتابوں کی روایت پر مدلل گفتگو ہو چکی ہے لیکن یہاں پر کتاب الآثار کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی گواہی:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب التعلیل المنفعت میں فرماتے ہیں۔

والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفرداً انما هو کتاب الآثار التی رواھا محمد بن الحسن عنہ۔ (تعلیل المنفعت، ص ۱۹)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام) ابو حنیفہ کی جو کتاب موجود ہے وہ ایک ہی ہے اور وہ کتاب الآثار ہے جس کو (امام) محمد بن حسن رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی دوسری گواہی:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کتاب الآثار کے روات پر ایک کتاب

لکھی ہے جس کا نام ہے۔ الاثیر بمعرفۃ رواۃ الآثار اس کے ابتدائیہ میں ابن حجر فرماتے ہیں۔

فان بعض الاخوان التمس منی الکلام علی رواۃ کتاب الآثار  
للإمام ابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی التی رواها عن الإمام ابی  
حنیفۃ فأجبتہ الی ذلک مسارعاً

(الاثیر بمعرفۃ رواۃ الآثار ملحق مع کتاب الآثار، ص ۳۸۴)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے بعض بھائیوں نے گزارش کی کہ میں کتاب  
الآثار کے رواۃ پر گفتگو کروں جو امام ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب ہے  
جو انہوں نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے ان دو حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ آپ  
کتاب الآثار کو امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب مانتے ہیں اس حیثیت سے کہ آپ نے  
اس کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ کے بغیر تو زنی وہابی کا  
بھی گزرا نہیں ہے، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب، لسان المیزان، فتح  
الباری، تلخیص الجیر کے حوالہ جات تو آپ خود بھی بہت پیش کرتے ہیں تو پھر ابن  
حجر رحمہ اللہ کی اس بات کا انکار کیوں کرتے ہیں جو انہوں نے فرمائی ہے کہ کتاب  
الآثار امام ابو حنیفہ کی کتاب ہے اور اس کو محمد بن حسن شیبانی نے روایت کیا ہے۔

علامہ مصطفیٰ بن عبد اللہ المعروف حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون

میں فرماتے ہیں:

حاجی خلیفہ المعروف کاتب چلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کتاب الآثار للإمام محمد بن الحسن وهو مختصر علی ترتیب

الفقه ذکر فی ماروی عن ابی حنیفہ من الآثار وعلیہ شرح للحافظ الطحاوی  
الحنفی ○ (کشف الظنون، ص ۱۳۸۴)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب الآثار امام محمد بن حسن کی کتاب ہے اور وہ  
مختصر ہے ترتیب فقہ پر ہے (امام محمد بن حسن) نے اس میں (امام) ابو حنیفہ سے  
روایت کی ہے اور حافظ طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے اس کی ایک شرح بھی لکھی ہے۔

طائفہ وہابیہ کا محدث عبدالرحمن مبارک پوری بھی کتاب الآثار کو

امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

مبارک پوری نے تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

الفصل الرابع والعشرون فی ذکر کتب الحدیث التي صنفها الائمة  
الحنفية وذكر تراجمهم وهي قليلة ○

فمنها كتاب الآثار للامام محمد بن الحسن وهو مختصر على  
ترتيب الفقه ذكر فيه ماروی فی عن ابی حنیفہ من الآثار وعلیہ شرح  
للحافظ الطحاوی الحنفی ○

(مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص ۲۱۱، مطبوعہ بیروت لبنان)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چوبیسویں فصل ان حدیث کی کتابوں کے متعلق  
ہے جن کو ائمہ حنفیہ نے تصنیف کیا ہے اور ان کے تراجم میں اور وہ قلیل ہیں۔ ان  
میں سے ایک تصنیف۔ کتاب الآثار ہے امام محمد بن حسن کی مختصر ہے۔ ترتیب فقہ  
پر ہے اس میں وہ کچھ ذکر کیا ہے جو انہوں نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے اور  
اس پر حافظ طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے ایک شرح بھی لکھی ہے۔

بہت سارے لوگوں نے یہ بات کتنی واضح ہے کہ طائفہ وہابیہ کا یہ محدث

مبارکپوری صاحب کتاب الآثار کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مانتا ہے اور اس پر امام الحدیث ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن کیا کریں نومولود محققین کی تحقیق ایسے ہی گل کھلاتی ہے جیسے زبیر علی زئی وہابی نے کیا ہے۔

طائفہ وہابیہ کے ایک اور محدث علامہ عبد المجید سوہدروی بھی کتاب الآثار کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

طائفہ وہابیہ کا یہ علامہ اپنی کتاب سیرت الائمہ میں لکھتا ہے کہ آپ (یعنی محمد بن حسن شیبانی) تصنیف و تالیف کے لحاظ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں، حدیث و فقہ میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ جن میں موطا محمد، کتاب الآثار اور جامع صغیر کو شہرہ عام حاصل ہے۔  
(سیرت الائمہ، ص ۱۰۵)

طائفہ وہابیہ کا ایک اور محدث نواب صدیق حسن بھوبھالی بھی کتاب الآثار کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

نواب صاحب اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں مسند ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مسند ابی حنیفہ کا بارہواں نسخہ امام محمد کا ہے جو انہوں نے معظم تابعین سے روایت کیا ہے اور اس کا نام (کتاب) الآثار ہے۔  
(اتحاف النبلاء، ص ۱۳۳)

آخر میں امام محدث فقیہ اصولی شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

شیخ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا نام (کتاب) الآثار ہے اور اس کا نام (کتاب) الآثار ہے۔

کتاب تاج التراجم میں فرماتے ہیں۔

ومن كتب محمد رحمه الله الاصل املاءه على اصحابه رواه عنه  
الجوزجانی وغیره۔ والجامع الكبير، والجامع الصغير، والسير الكبير والسير  
الصغير والآثار والموطأ..... (تاج التراجم، ص ۵۴)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابیں اپنے شاگردوں کو  
املا کر وادی ہیں اور الجوزجانی اور اس کے غیر نے بھی امام محمد سے ان کتابوں کو  
روایت کیا ہے اور وہ جامع کبیر، جامع صغیر، سیر کبیر، سیر صغیر، کتاب الآثار اور  
موطأ ہیں پھر آگے کچھ اور بھی ذکر کی ہیں۔

عبارت اپنے مدلول میں واضح ہے کہ شیخ محدث قاسم بن قطلوبغا حنفی  
رحمۃ اللہ علیہ کتاب الآثار کو امام ربانی سیدنا امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب  
مانتے ہیں۔

شیخ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کے محدث مبارک پوری  
صاحب لکھتے ہیں۔

ولم يخلف بعده مثله وله مؤلفات ○

(مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص ۲۹۳، مطبوعہ بیروت لبنان)

کہ شیخ قاسم بن قطلوبغا نے اپنے بعد اپنی مثل نہیں چھوڑا اور ان کی  
(بہت) سی کتابیں ہیں۔ پھر مبارک پوری صاحب تقریباً چار صفحات پر مشتمل ان کی  
کتابوں کے نام گنتے ہیں۔

نتیجہ التحقیق:

(۱) اس مکمل رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر جو جرح

کی گئی تھی اس کے مکمل مدلل مفصل جوابات دے کر واضح کیا گیا ہے کہ آپ پر وہ جرح حقیقت کے خلاف اور غلط ہے۔

(۲) آپ امت مسلمہ کے ان ائمہ کرام میں شامل ہیں جن کی جلالتِ شان مسلم ہے۔

(۳) کئی ائمہ کرام سے آپ کا ثقہ، صدوق، صحیح الحدیث، حسن الحدیث ہونا مدلل بیان کیا گیا ہے۔

(۴) زئی وہابی نے جو آپ کی شہرہ آفاق کتابوں کا (موطا امام محمد، کتاب الاثار کا) انکار کیا ہے۔ الحمد للہ زئی کی تردید میں اور ان مذکورہ کتب کا امام محمد کی کتب ہونے میں ناقابل تردید حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں۔ آخر میں اس احقر العباد کی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ اس رسالہ کو خالص اپنی رضا کے لئے بنائے اور میرے مسلمان بھائیوں کے لئے اس کو نافع، مفید بنائے۔ میرے لئے میرے استاذہ مشائخ اور میرے والدین کے لئے اس کو مغفرت اور درجاتِ بلندی کا باعث بنائے آمین بجاہ النبی الامین الکریم الروف الرحیم۔

آخر میں یہ احقر العباد اپنے ان معزز مکرم دوستوں بھائیوں کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جن دو دوستوں نے مجھے کافی کتب مہیا کی ہیں۔

محقق العصر مناظر اسلام قاطع نجدیت علامہ پروفیسر محمد انوار حنفی صاحب زید مجدہ الکریم اور فاضل جلیل عالم نبیل محافظ مسلک اہل سنت عاشق رسول حضرت علامہ مولانا محمد عبدالرحمن قادری صاحب آف اوکاڑہ خطیب امیر کالونی، ہیں۔ جنہوں نے میری مطلوبہ تمام کتب مہیا کی ہیں اور یہ رسالہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے

ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان معزز علماء کرام کو دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر اہل سنت پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

تمت بالخیر

بروز جمعرات بوقت دن پونے گیارہ بجے

خاکپائے مرشد احقر العباد

غلام مصطفیٰ نوری قادری

مورخہ ۲۰۰۸-۰۲-۰۷

نوٹ:

اس کے بعد انشاء اللہ بہت جلد درج ذیل رسالہ جات آرہے ہیں۔

(۱) دفع التعصب عن الامام ابی یوسف

(۲) رسالہ المبیین الظفر فی توثیق امام زفر رحمۃ اللہ علیہ

یعنی امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق میں روشن کامیابی

(۳) اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ہی امام حسن بن زیاد کی تعدیل پر

رسالہ ہوگا۔

اقوال الاخیار فی ثناء امام حسن بن زیاد

یعنی امام حسن بن زیاد کی تعریف میں نیکوں کے اقوال



## جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے

میزان الاعتدال	الاخبار بمعرفۃ رواۃ کتاب الآثار
کتاب الثقات لابن حبان	ابو حنیفہ واصحابہ للصرمیری
تدریب الراوی	جامع بیان العلم
الکامل فی الضعفاء لابن عدی	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم
ابکار المنین	سنن دارقطنی
تقریب التہذیب	شرح مختصر الروضہ
کتاب الضعفاء والمترکین	تاریخ ابن عساکر
شرح مقدمہ ابن صلاح	کتاب الضعفاء کبیر
لسان المیزان	اتحاف النبلاء
مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی	عون المعبود شرح ابوداؤد
النسب سمعانی	ذیل طبقات الحفاظ
الجواهر المضمیۃ	مسند الشافعی
التاج المکمل	مستدرک حاکم
تحفۃ الاحوذی	تلخیص المستدرک
تاریخ بغداد	الجواهر المضمیۃ
تاریخ ابن معین	شعب الایمان
الرفع والتکمیل	حلیۃ الاولیاء
فقہ اکبر	الافتاء لابن عبدالبر
تاریخ اہل حدیث	تاریخ ابن عساکر

المدخل في اصول الحديث للجاكم

الباعث الحثيث لابن كثير

نصب الراية

سير اعلام النبلاء

طبراني كبير

الآحاد والمثالي

مجمع الزوائد

التمهيد لابن عبد البر

الفهرست ابن ندیم

فخر الكلام

صلوة الرسول

تهذيب التهذيب

عرف الجادى

نزل الابرار

فتح المغيـث

تهذيب الكمال

نور العينين

تجليل المنفعت

تاج التراجم

كشف الظنون

توضيح الكلام

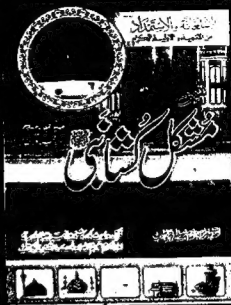
سيرت الائمة



محترم و اقدس علامہ محمد مصطفیٰ قرطبی صاحب

خطیب مہتمم جامعہ شرقیہ رضویہ بیرون غلہ منڈی ساہیوال

کی دیگر کتب



مولیٰ الانوار  
مولانا محمد مصطفیٰ قرطبی

شفاعت  
مصطفیٰ  
مولانا محمد مصطفیٰ قرطبی

مسائل الدینی  
مولانا محمد مصطفیٰ قرطبی

قدم غوث الوری  
برگردن اولیاء  
مولانا محمد مصطفیٰ قرطبی

مشاہدہ کائنات  
مولانا محمد مصطفیٰ قرطبی

وسایل التفریح  
مولانا محمد مصطفیٰ قرطبی



8040